قد افلح من تزکیٰ

تربیت السالک

قسط اول

بترتیب جدید مع اضافات

از افادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

محمد زید مظاہری ندوی

استاد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر

افادات اشرفیہ دوبگّا ہردوئی روڈ لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب	تربیت السالک جدید قسط اول
افادات	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
مرتب	محمد زید مظاہری ندوی
صفحات	۱۲۰
تعداد	گیارہ سو
سن اشاعت	۱۴۳۰ھ
قیمت	

ویب سائٹ............WWW.alislahonline.com

ملنے کے پتے

دیوبند سہارنپور کے جملہ کتب خانے

ندوی بکڈپو، ندوہ لکھنؤ

مکتبۃ الفرقان، نظیرآباد لکھنؤ

مکتبہ اشرفیہ، ہردوئی، لکھنؤ

فہرست تربیت السالک جدید

باب۲ تصوف کی حقیقت

باب۳ بیعت کا بیان

باب۴ اصلاح وتربیت کا طریقہ

باب۵ صحبت شیخ

باب۶ اتباع شیخ

باب ۷ تصور شیخ و توجہ شیخ

باب ۸ ولایت و نسبت

دعائیہ کلمات

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

فاضل عزیز مولوی محمد زید مظاہری ندوی مدرس جامعہ عربیہ ہتورا (بارک اللہ فی حیاتہ وفی افادتہ) نے جو حضرت حکیم الامت کے افادات وارشادات اور تحقیقات ونظریات کو مختلف عنوانوں اور موضوعات کے ماتحت اس طرح جمع کررہے ہیں کہ حضرت کے علوم وافادات کا ایک دائرہ المعارف انسائیکلوپیڈیا، تیار ہوتا جارہا ہے......

ان خصوصیات اورافادیت کی بنا پر عزیز گرامی قدر مولوی محمد زید مظاہری ندوی نہ صرف تھانوی اور دیوبندی حلقہ کی طرف سے بلکہ تمام سلیم الطبع اور صحیح الفکر حق شناسوں اور قدردانوں کی طرف سے بھی شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں۔

اوراسی کے ساتھ اوراس سے کچھ زیادہ ہی داعی الی اللہ اور عالم ربانی مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی سرپرست جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی) اس سے زیادہ شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں جن کی سرپرستی اورنگرانی ہمت افزائی اور قدردانی کے سایہ میں ایسے مفید اور قابل قدر کام اور انکے زیر اہتمام دانش گاہ اور تربیت میں انجام پارہے ہیں۔ اطال اللہ بقائہ وعمم نفعہ جزاہ اللہ خیرا۔

ابوالحسن علی ندوی

دائرہ شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلی

۱۷/ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

دعائیہ کلمات

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحبؒ باندوی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حکیم الامت حضرت مولانا مقتدانا الشاہ اشرف علی تھانویؒ کے بارے میں بزمانہ طالبعلمی اکابر امت نے اس کا اندازہ لگالیا تھا کہ آگے چل کر مسند ارشاد پر متمکن ہوکر مرجع خلائق ہوں گے اور ہر عام وخاص ان کے فیوض وبرکات سے متمتع ہوں گے۔ چنانچہ حضرت اقدس کے کارہائے نمایاں نے اساطین امت کے اس خیال کی تصدیق کی، کہنے والے نے سچ کہا ہے۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

خداوند قدوس نے حضرت والا کو تجدید اور احیاء سنت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا تھا اس کی اس دور میں نظیر نہیں۔

آج بھی مخلوق حضرت کی تصنیفات وارشادات عالیہ اور مواعظ حسنہ سے فیضیاب ہورہی ہے۔ حضرت کے علوم ومعارف کے سلسلہ میں مختلف عنوان سے ہندوپاک میں کام ہورہا ہے، لیکن بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے عزیزی مولوی مفتی محمد زید سلمہ، مدرس جامعہ عربیہ ہتوار کو جس نرالے انداز سے کام کی توفیق عطا فرمائی اس جامعیت کے ساتھ ابھی تک کام نہیں ہوا تھا اس سلسلہ کی چار درجن سے زائد ان کی تصانیف ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اس کو قبولیت تامہ عطا فرمائے اور مزید توفیق نصیب فرمائے۔

احقر صدیق احمد غفرلہ

خادم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمۃ الکتاب

اصلاح باطن وتزکیۂ نفس شریعت مقدسہ کا اہم شعبہ اور دین کے اجزاء میں سے ایک اہم جزء ہے جس کو قرآن نے تزکیۃ سے تعبیر کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے

قَدۡاَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی (بیشک بھلا ہوا اس شخص کا جو سنورا)

نیز نبی کی بعثت کے مقاصد اصلیۃ میں سے تعلیم کتاب وحکمۃ کے ساتھ تزکیہ کو بھی شمار فرمایا ہے۔

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡ مِنِیۡنَ اِذۡبَعَثَ فِیۡھِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِھِمۡ یَتۡلُوۡ عَلَیۡھِمۡ آیَاتِہٖ وَیُزَکِّیۡھِمۡ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ.(آل عمران)

(ترجمہ) حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں۔(بیان القرآن)

اسی تزکیۃ باطن کے ایک خاص درجہ اور کیفیت کو حدیث پاک میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ حدیث جبرئیل میں فرمایا گیا ہے احسان یہ ہے کہ!

اَنۡ تَعۡبُدُاللّٰہَ کَاَ نَّکَ تَرَاہ

یعنی احسان یہ ہے کہ عبادات میں تم کو خشوع وحضوری کا وہ مقام حاصل ہو جائے کہ اپنی عبادت میں تم یہ تصور کرنے لگو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔

نیز قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں کی دو قسمیں ظاہری و باطنی، باطنی گناہ قلب کی حالت اور کیفیت سے تعلق رکھتے ہیں مثلا کینہ ،بغض، حسد، عداوت، غیر اللہ کی ناجائز محبت، وغیرہ قرآن نے ہم کو ظاہری گناہوں کے ساتھ

باطنی گناہوں کو بھی چھوڑنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

وَذَرُوْ اظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ (انعام پ۸)

''اور تم ظاہری گناہوں کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہوں کو بھی چھوڑ دو۔

باطنی امراض کو دور کر کے قلب کو آراستہ کرنے اور اخلاق حسنہ واوصاف حمیدہ سے متصف ہونے کو تصوف وتزکیہ نفس اور اصلاح باطن کہتے ہیں۔ حدیث پاک میں ایسے شخص کے لئے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں جو اپنے اعمال واخلاق کی اصلاح کرے۔

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے کہ میں ایسے شخص کے لئے جنت کے بلند مقام اور اعلیٰ محل کی ضمانت لیتا ہوں جو اپنے اخلاق کو درست کرلے[1]

ظاہری وباطنی اعمال واخلاق کی اصلاح اور تزکیہ نفس وہ عظیم الشان کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی انجام دیا، چنانچہ آپ کے ارشادات میں اس نوع کی تعلیمات وہدایات بھی بکثرت ملتی ہیں مثلاً یہ کہ غصہ وجذبہ انتقام کے وقت آدمی کو کیا کرنا چاہئے۔

صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی باطنی کیفیات اور حالات عرض کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی رہنمائی فرماتے تھے، ایک صحابی نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ میرے دل میں گناہ کرنے اور زنا کرنے کا تقاضا ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پوری کیفیت سنی اور علاج فرمایا[2]

ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے دل میں سختی ہے اس سختی کو نرمی سے کیسے بدلوں، آپ نے اس کی تدبیر ارشاد فرمائی، حضرت حنظلۃ وصدیق اکبر جیسے جلیل القدر

---

[1] ابوداؤد شریف کتاب الادب ص ۶۶۱ ج ۲ [2] ابن کثیر

صحابی کو ایک باطنی کیفیت پیش آئی اوران کو اپنے اوپر نفاق کا شبہ ہونے لگا حضور پاک کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی حالت عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی فرمائی، حضرت عمر فاروق جیسے ذکی ودوراندیش صحابی نے اللہ ورسول کی محبت کے تعلق سے اپنی ایک حالت اورتردد کو ظاہر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بھی تسلی فرمائی۔

بعض اجلہ صحابہ نے حضور پاک کی خدمت میں حاضر ہوکر ایسے خطرات ووساوس کی شکایت کی کہ جل کر راکھ اور کوئلہ ہوجانا مجھے گوارہ ہے لیکن زبان سے ان کا اظہار نہیں کرسکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ اضطرابی کیفیت دیکھی اور ایسا علاج فرمایا جس سے ان کو اطمینان ہوگیا، حدیث پاک کی کتابوں میں اس نوع کے بے شمار واقعات وحالات درج ہیں۔

ابوزُمَیل (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر خطرات اور وساوس کے متعلق اپنی باطنی حالت بیان کی کی میرے دل کو کیا ہوگیا، ابن عباس نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ ابوزمیل نے کہا خدا کی قسم میں زبان سے ان باتوں کو نہ کہوں گا، عبداللہ بن عباس نے فرمایا کیا شک (کا مرض) ہے؟ اور ہنس کر فرمایا **مانجیٰ احد من ذالک** ان وساوس وخطرات سے کوئی نہیں بچا، (یعنی اس نوع کے حالات ہر ایک کو پیش آتے ہیں)[1]

الغرض اصلاح اعمال واخلاق اور تزکیہ نفس واصلاح باطن (جس کو عرف میں تصوف سے تعبیر کرتے ہیں) شریعت کا اہم جز اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا اہم حصہ ہیں، جس کے بغیر آدمی فلاح حاصل نہیں کرسکتا، نبی کی نیابت میں صحابہ وتابعین اوران کے بعد جلیل القدر کبار اولیا اور مشائخ وصوفیاء اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ اوراللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں اپنے ایسے بندوں کو پیدا فرماتا رہا جنھوں نے اس خدمت کو انجام دیا، چنانچہ سیدنا عبدالقادر جیلانی خواجہ معین الدین چشتیؒ حضرت امام غزالیؒ

---

[1] ابوداؤد شریف ص ۶۹۷ ج ۲ باب رد الوسوسہ

اوران جیسے اور بہت سے بزرگان دین ومشائخ ملت یہ کام انجام دیتے رہے۔

آخری دور میں گذشتہ صدی میں اللہ تعالیٰ نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کو پیدا فرمایا جنہوں نے اس علم وفن کی بڑی خدمت انجام دی، حضرت علامہ سید سلیمان ندوی اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے جن کو اس فن کا مجتہد ومجدد اور مکتشف اعظم قرار دیا، مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی جیسے حضرات نے تحریر فرمایا کہ:

''دنیا میں ان جیسا مربی ومصلح اور شیخ نہیں گذرا، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا پلہ غزالی سے بھاری معلوم ہوتا ہے''☆

بلاشبہ یہ فن مردہ ہو چکا تھا حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اس کی تجدید واحیاء فرمایا، اس فن سے کامل مناسبت اور تجدیدی کام کے متعلق اپنی بابت خود حکیم الامت حضرت تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں:

''بدوں مناسبت کے کسی فن کی کامل تحقیق نہیں ہوتی، فقہ سے تو مجھے پوری مناسبت نہیں اور تفسیر سے گو پوری نہیں لیکن فقہ وحدیث کی نسبت بہت زائد ہے۔ اور بحمدہٖ تعالیٰ تصوف سے کامل مناسبت ہے''[1]

نیز تحریر فرماتے ہیں:

'' مجھ کو سخت سے سخت حالات پیش آچکے ہیں لہٰذا احوال باطنی کا ایسا تجربہ ہوگیا ہے کہ کسی سالک کی کتنی ہی الجھی ہوئی حالت ہو اور وہ کیسی ہی باطنی پریشانی میں مبتلا ہو بحمد للہ مجھ کو اس کے معالجے کے باب میں ذرا بھی تردد لاحق نہیں ہوا۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ ایسی ایسی تدبیریں ذہن میں آجاتی ہیں کہ ان کے استعمال سے وہ نہایت سہولت اور سرعت کے ساتھ اس حالت سے نکل جاتا ہے بالخصوص وساوس وخطرات کی تشخیص ماہیت اور تجویز علاج میں تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسی بصیرت عطا فرمائی ہے کہ آجکل کم لوگوں کو ہوگی۔ فللہ الحمد والشکر (اشرف السوانح) [2]

---

[1] ملفوظات حکیم الامت ص ۱۳۹ ج ۵ مطبوعہ ملتان [2] مآثر حکیم الامت ص ۱۵۲ ☆معاصرین

نیز ارشاد فرماتے ہیں:

''طریق بالکل مردہ ہو چکا تھا لوگ بے حد غلطیوں میں مبتلا تھے، الحمد للہ اب سو برس تک تجدید کی ضرورت نہیں رہی، اگر خلط ہو جائے گا پھر کوئی اللہ کا بندہ پیدا ہو جائے گا، ہر صدی پر تجدید کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے کہ اس مدت کے بعد نری کتابیں ہی کتابیں رہ جاتی ہیں، اب تو خدا کا فضل ہے کہ وضوح ہو گیا، ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجدد وقت ہیں جیسا بہت لوگوں کا خیال ہے؟ فرمایا کہ احتمال تو مجھ کو بھی ہے مگر اس سے زائد نہیں، جزم اوروں کو بھی نہ کرنا چاہئے، ظن کے درجہ کی گنجائش ہے'' **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء** ''[1]

نیز ارشاد فرماتے ہیں:

''اس راہ میں ہزاروں راہزن اور ڈاکو مخلوق خدا کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں، انہوں نے جہل کے سبب تصوف کو ایسی بھیانک صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے کہ بجائے رغبت کے اس سے نفرت پیدا ہو گئی، مگر الحمد للہ اس وقت طریق بے غبار ہو گیا ہے، اور ان مکاروں کی دکانداریاں پھیکی پڑ گئیں، اب ان کے پھندوں میں جاہلوں کا آنا بھی آسان نہیں''[2]

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

''میرے ایک دوست حج کو گئے تھے، انہوں نے سلطان ابن سعود کے سامنے میرا ایک رسالہ ''**التشرف بمعرفة احادیث التصوف**'' پیش کیا، سلطان ابن سعود نے رسالہ کو دیکھ کر کہا **ھذا یوافقنا**، سو اگر اس رنگ کا تصوف پیش کیا جائے تو نہ نجدی کوئی انکار کر سکتا ہے اور نہ وجدی اور نہ کوئی''۔[3]

---

[1] ملفوظات حکیم الامت ص ۱۳۹ ج ۵ مطبوعہ ملتان، افاضات الیومیہ ص ۴۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ مطبوعہ دیوبند

[2] ملفوظات حکیم الامت ص ۲۲۳ ج ۲ ملتان

[3] ملفوظات حکیم الامت ص ۲۰۷ ج ۵ ملفوظ ۲۳۴۷

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے اللہ رب العالمین نے فن سلوک وتصوف (تزکیہ نفس) کے متعلق جوتجدیدی خدمت لی ہےاوراس سلسلہ میں آپ نے جواصلاحات،ضروری تعلیمات اوراہم ہدایات وتنبیہات فرمائی ہیں جوان کےصدہاملفوظات ومواعظ میں منتشر ہیں وہ سب یکجااورمرتب کردی جائیں تاکہ اس فن کا احیاہواوراس کا فائدہ عام وتام اوراس سے استفادہ آسان ہولیکن کام اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ اس کو سمیٹنااورمرتب کرنا آسان نہ تھا،اسی بناپراس کام میں تاخیر ہوتی رہی،تاہم کام کی ابتداء بلکہ ایک حصہ کی تکمیل اپنے پیرومرشدحضرت مولاناسیدصدیق احمد صاحب باندوی اور حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحبؒ کی زیرنگرانی ہوچکی تھی ، حضرت مولاناالشاہ ابرارالحق صاحب کےنزدیک اس کام کی بڑی اہمیت تھی اوروہ میرے اس کام سے بڑے مطمئن اور قدرداں تھے،حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کی تاکیدی ہدایت تھی کہ ’’ملفوظات ومواعظ کے مضامین کوبھی ضرورلیاجائے‘‘

حضرت تھانویؒ کےملفوظات ومواعظ کی خصوصیت اورآپ کی تقریروتحریرکافرق یہ ہے کہ ایک بات اگرتحریروتصنیف میں آتی ہےتواکثر اس میں ایجاز واختصاراوردقیق مشکل الفاظ اور بسااوقات علمی اصطلاحات ہوتی ہیں جو عام لوگوں کی فہم سے بالاتر ہوتی ہیں،لیکن وہی مضمون اگر ملفوظات ومواعظ میں اور بجائے تحریر کے تقریر میں آجائےتو وہ آسان اور عام فہم ہوجاتا ہے۔اوراس میں بسط وتفصیل بھی ہوتی ہے،اس وجہ سے ملفوظات ومواعظ کے مضامین لینا بھی ضروری تھا،لیکن حضرت تھانویؒ کے ملفوظات ومواعظ میں مضامینِ تصوف میں اس قدرتنوع وتکراراور پھیلاؤ ہے کہ ان سب کویکجا کرکےمرتب کرنااورمکررات کوحذف کرنا آسان کام نہ تھا۔اس لئے اس کام میں تاخیرہوتی رہی۔

لیکن بعض مخلص محبین کا برابر اصرار تھا کہ اس وقت اس کام کی شدید ضرورت

ہے اور آئندہ بھی ضرورت بڑھتی جائے گی، کیونکہ عوام وخواص سب ہی اس کی حقیقت سے ناواقف ہیں اس لئے اس فن کے احیاء اور اس کو منظر عام پر لانے کی خصوصاً تربیت السالک کے مضامین کو جدید انداز میں آسان ترتیب وعنوانات کے ساتھ مختلف رسائل کی شکل میں لانے کی اس وقت شدید ضرورت ہے۔

اور واقعہ بھی یہی ہے جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے تحریر مایا ہے کہ تصوف کے متعلق لوگ مختلف قسم کی غلط فہمیوں اور افراط وتفریط میں مبتلا تھے، ناواقفوں اور نام نہاد مشائخ نے محض اپنی دکان چمکانے کے لئے طرح طرح کے جال پھیلا رکھے تھے۔ لوگ جن کا شکار ہوتے جاتے تھے اور اس صورتحال کو دیکھ کر ایک طبقہ نفس تصوف وتزکیہ نفس ہی کو غیر ضروری سمجھنے لگا تھا، بلکہ اس سے بیزار اور بدگمان ہو چکا تھا۔ ٹھیک یہی صورتحال آج بھی ہو رہی ہے۔ ایک بڑے طبقہ نے تصوف واصلاح نفس کا حاصل (اصلاح اخلاق ومعاملات سے قطع نظر) صرف چند تسبیحات واوراد اور مراقبات ومعمولات کے پورا کر لینے کو سمجھ لیا ہے۔ وہ اپنے مریدین ومتعلقین کو بھی بس اسی کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور ان معمولات واوراد کے پورا کر لینے کو ہی کامیابی کا معیار سمجھتے ہیں حتیٰ کہ بہتوں کو سند کامیابی سے بھی سرفراز فرما دیتے ہیں گو اس کی ظاہری وضع قطع اور شکل صورت بھی خلاف شرع ہو اور گو وہ کتنے ہی باطنی رذائل میں مبتلا اور صفائی معاملات واخلاق فاضلہ سے کوسوں دور ہو۔

اس لئے شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ جو اصلاحی وتجدیدی کام لیا ہے جو آپ کے صدہا ملفوظات ومواعظ اور تصانیف میں منتشر ہے اس کے اقتباسات مختلف رسائل اور مضامین کی شکل میں مرتب کر کے شائع کئے جائیں۔ خود حکیم الامت حضرت تھانویؒ کو بھی اس ضرورت کا احساس اور آپ کی خواہش تھی چنانچہ حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کو آپ نے بالکل آخری

ایام میں ہدایت فرمائی تھی کہ:

''میرے مضامین سے اقتباسات جمع کر کے شائع کرو'' (یادرفتگاں ص۲۵۹)

حضرت سیدؒ صاحبؒ اپنے اس آخری سفر اور حضرت تھانویؒ کے اس ارشاد کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''چلتے وقت ارشاد ہوا جاؤ خدا کے سپرد کیا اور ارشاد ہوا کہ میری کتابوں کے اقتباسات رسالوں اور کتابوں کی صورت میں شائع کرو، یہ گویا میری آئندہ تکمیل کی راہ بتائی گئی''۔ (مکاتیب سید سلیمان ص۱۴۶)

حضرت سید صاحب اس اہم کام کی ضرورت کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''بڑی ضرورت تھی کہ اس اصلاح وتجدید کے خاکے کو جس کو ایک مصلح وقت اپنی تصنیفات ورسائل میں سپرد کر گیا ہے اور جن پر زبان کی کہنگی اور طریق ادا کی قدامت کا پردہ پڑا ہے، ان کو موجودہ زمانہ کے مذاق اور تقریر کے نئے انداز کی روشنی میں اجاگر کیا جائے''۔ (مقدمہ تجدید دین کامل ص۳۳)

یہ مختصر رسالہ اور معمولی کوشش حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے اسی فرمان کی تعمیل اور حضرت سید سلیمان ندویؒ کے اسی احساس ضرورت اور خواہش کی تکمیل ہے۔ جس کا ماقبل میں تذکرہ ہوا اور جس کو چاہت وخواہش کے باوجود مختلف عوارض اور مسلسل صحت کی خرابی کی وجہ سے حضرت سید صاحب نہ کر سکے تھے، اللہ کی توفیق سے الحمدللہ یہ کام پورے تسلسل سے ہورہا ہے، چنانچہ اب تک ۶۰، ۷۰ کتابیں اس سلسلہ کی تیار ہوچکی ہیں بعض طباعت کے مرحلہ میں ہیں۔ اسی سلسلہ کی یہ بھی ایک کڑی ہے جس میں تربیت السالک کے مضامین بغیر کسی ترمیم کے احقر نے اپنی ترتیب اور جدید عنوانات کے ساتھ جمع کئے ہیں، مضمون کی مناسبت سے تربیت السالک جلد ثالث کے مضامین نیز دوسری تصانیف ومواعظ کے مضامین بھی شامل کردیئے گئے ہیں، اور مشکل الفاظ کی تسہیل اوران کے معنی

بین القوسین یا حاشیہ میں کردیئے گئے ،اور دقیق مضامین پر مشتمل مکاتیب جن کی ضرورت شاذونادراور خاص خاص لوگوں ہی کو پڑسکتی ہے وہ علحدہ باب میں کردیئے گئے اور حضرتؒ کے مکاتیب کومن وعن باقی رکھا گیا ہے۔

اس پہلی قسط میں تربیت السالک کی اہمیت سے متعلق اکابر علماء کی شہادتیں ، تصوف کے مبادی، شیخ کی ضرورت اوراس کی اتباع کے حدودوغیرہ کے متعلق مضامین یکجا کئے گئے ہیں، اس کی دوسری قسط میں ''بدنگاہی کا وبال اوراس کا علاج'' کے متعلق تربیت السالک اور مواعظ وملفوظات سے مضامین جمع کئے گئے ہیں الحمدللہ طبع ہوچکی ہے

اسی طرح آئندہ قسطیں بھی انشاءاللہ مختلف موضوعات اور باطنی امراض اوران کے علاج ورذائل سے متعلق شائع ہوتی رہیں گی۔ اخلاص وریا سے متعلق بھی الحمدللہ کام ہوچکا ہے، باطنی امراض میں غصہ کا وبال اوراس کا علاج زیرترتیب ہےاورمزید سلسلہ جاری ہے، لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا کہ حضرت تھانویؒ کے مواعظ وملفوظات تو بحر ذخار ہیں، ان میں قیمتی جواہر مخفی ومستور ہیں ان کی تہ میں گھس کر قیمتی جواہر کوتلاش کر کے محل تعمیر کرنے کا کام مشکل ترین کام ہے، بندہ کے بس میں کچھ نہیں بس اللہ تعالیٰ ہی محض اپنے فضل وکرم سے آسانی سے اس کی تکمیل فرمائے اورامت کے لئے اس کو نافع اوراپنی رضاوخوشنودی کا ذریعہ بنائے، قارئین سے بھی دعاء کی درخواست ہےاللہ پاک میرے وقت میں برکت اورصحت وہمت اورقوت عطافرمائے موانع دور فرمائے اوراخلاص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطافرمائے۔

آمین یارب العالمین

والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

محمد زید مظاہری ندوی

استاذحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماءلکھنؤ

۳؍ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

بابؔ ۱

تربیت السالک کا تعارف

از ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحبؒ خلفیہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ

انسان کی زندگی جو تمام تر نفس وشیطان کی جولانگاہ ہے اس میں ایک مسلمان کے لئے قدم قدم پر طرح طرح کے خطرات واندیشے درپیش رہتے ہیں عالم تعلقات کے تمام محرکات ظاہری وباطنی اعمال پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں خواہ یوں عامیانہ زندگی میں اس کا احساس نہ ہو۔

لیکن جو لوگ ہوش وحواس کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں اور جن کو اپنی شرافتِ نفس کا خیال ہوتا ہے یا جو لوگ علم دین حاصل کرتے ہیں اور اس کا صحیح مصرف معاملات زندگی میں کرنا چاہتے ہیں یا جو لوگ طریقت میں قدم رکھتے ہیں اور کسی اہل اللہ سے تعلق پیدا کر کے اپنے اعمال باطنہ کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ان کو محرکاتِ نفس وشیطان کا زیادہ احساس ہوتا ہے، ان کو مصلحت اندیشی وتاویل کوشی کا زیادہ کام پڑتا ہے ان کو امور شرعیہ کی بجا آوری میں شیطان مصلحت اندیشی کی طرف متوجہ کرتا ہے اور لذائذ شہوانی میں مبتلا ہونے کے لئے نفس تاویلات کی راہ پر لگاتا ہے اور یہ دونوں باتیں رفتہ رفتہ بہت خطرناک ثابت ہوتی ہیں دل سے دین کی عظمت ومحبت جاتی رہتی ہے جس میں بعض وقت ایمان تک متزلزل ہو جاتا ہے۔

جن لوگوں کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے ایسے بہت سے اشخاص نے اپنے دین اسلام کی حفاظت کے لئے اور نفس وشیطان کے مکائد سے بچنے کے لئے حضرت حکیم الامت قدس سرہ العزیز سے رجوع کیا ہے، انہوں نے اپنے تمام اندیشہ ناک حالات سے اور ہر

طرح کے وساوس وخطرات سے اور ظاہری و باطنی اعمال میں دشواریوں اور پیچیدگیوں سے مطلع کر کے اس کا حل اور راہ نجات طلب کی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لئے بہت ہی نافع اور صحت بخش اکسیری نسخے تجویز فرمائے۔ ان پر عمل کرنے سے الحمدللہ سائلین اور سالکین کو نفس مطمئنہ نصیب ہوگیا۔ یہ سب سوالات وجوابات یکجائی صورت میں مدون ہو کر تربیت السالک کے نام سے شائع ہو گئے تا کہ دوسرے طالبانِ حق اور مریضانِ باطنی کے لئے رشد و ہدایت کا باعث ہوں۔ یہ کتاب ''تربیت السالک'' گویا طب روحانی کی قرابادین اعظم ہے اس میں آپ ہر قسم کے لوگوں کے حالات مطالعہ کریں گے، علما صوفیا وانگریزی تعلیم یافتہ، کاروباری اور دفاتر کے لوگ سب ہی نے اپنے اپنے مشکلاتِ زندگی اور امراض باطنی کے لئے رجوع کیا ہے۔ مثلاً:

بعضوں نے لکھا کہ باوجود مسلمان ہونے کے وہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور امورِ آخرت میں متردد ہیں، اس معاملہ میں کیسے تسکین ہو، بعض نے لکھا کہ اسلام کی حقانیت میں بہت شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں کیا کیا جائے، کسی نے حق و باطل کے اشکالات وترددات ظاہر کئے کسی نے لکھا کہ عبادات خصوصاً نماز اور ذکر واذکار میں بہت خیالات کا ہجوم ہوتا ہے ہزاروں وساوس وخطرات پیدا ہوتے ہیں نماز ختم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کسی نے لکھا کہ عبادات میں مشغول ہوتے وقت نہایت ناپاک اور نفسانی وشہوانی خیالات دل ودماغ کو ماؤف کر دیتے ہیں ان سے کیسے نجات ہو۔

کسی نے لکھا کہ نماز کیا ہوتی ہے محض ضابطہ کے رکوع وسجود ہوتے ہیں یہ بھی خیال نہیں رہتا کہ کئے رکعت نماز پڑھی، اس کا تدارک کیسے کیا جائے، کسی نے لکھا کہ مدتیں گزر گئیں دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قبول ہی نہیں فرماتے، آخر اس کی کیا وجہ ہے۔

کسی نے لکھا معلوم نہیں ہماری نمازیں اور دوسری عبادات قبول ہوتی بھی ہیں یا نہیں کس طرح تسکین ہو۔ کسی نے لکھا کہ اپنی ساری نمازیں اور عبادات محض عادتاً ہوتی

ہیں یاریا کارانہ انداز میں ہوتی ہیں ایسی عبادات کا حاصل کیا ہے؟ کسی نے لکھا کہ یکسوئی خشوع وخضوع کی کیا حقیقت ہے اور یہ کس طرح حاصل کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔

کسی نے لکھا کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں لوگوں سے کچھ خشونت ورعونت کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں کیا یہ تکبر ہے؟ اگر ہے تو اس کا کیا علاج ہے؟ کوئی لکھتا ہے کہ فی زمانہ غیبت سے بچنا تقریباً ناممکن ہے آخر اس معصیت سے کس طرح بچا جائے؟ کوئی لکھتا ہے کہ سخت مہلک مرض میں بدنگاہی میں مبتلا ہوں کوئی ایسی تدبیر بتائی جائے کہ میں دنیا وآخرت کی ذلت اور تباہی وبربادی سے بچ سکوں، کسی نے اپنے عیب حسد کے متعلق، کسی نے حرص کے متعلق اور کسی نے زبان کے فتنوں کے متعلق اپنے حالات ومعاملات لکھ کر ان سے بچنے کی تدابیر دریافت کیں۔

کسی نے اپنے آپ میں صبر وشکر، ایثار، تواضع، محبت وغیرہ کے فقدان کا حال لکھ کر ان کے حصول کے لئے عملی تجاویز دریافت کیں، اسی طرح کسی نے اپنے خانگی معاملات، ازدواجی تعلقات، صلہ رحمی کی ادائیگی اور معاملات ومعاشرات کی خرابیوں اور کوتاہیوں کی تلافی کے لئے تدابیر دریافت کیں، کسی نے نفس کے بڑے بڑے ناپاک خبیث تقاضے تحریر کئے، کسی نے امور آخرت سے بے خوفی وبے حسی کی حالت لکھی، کسی نے تمام تر دنیا میں انہاک کا شکوہ کیا کسی نے مکاشفات وتجلیات واردات میں مبشرات سے مطلع کیا، کسی نے نفس لوّامہ کی کشمکش کا ذکر کیا، کسی نے حصول محبت الٰہی اور رضائے الٰہی کے طریقے پوچھے، کسی نے سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کے احوال لکھے۔

ان تمام متذکرہ بالا امور کے متعلق مجدد ملت حکیم الامت حاذق طب روحانی نور اللہ مرقدہٗ نے فرداً فرداً ہر جزئیہ کا بہت ہی نافع اور تیر بہدف معالجہ تجویز فرمایا اور باطن کے نازک مقامات کی عقدہ کشائی کی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ جن لوگوں نے ان کیمیائی اور اکسیری نسخوں پر عمل کیا وہ اس طرح صحت یاب وتندرست ہو گئے کہ علاج

معالجہ کی خود زندہ مثال بن گئے۔ یہ انداز تربیت اس مجدد اعظم کا اس دور حاضر میں بہت عدیم المثال اور منفرد کارنامہ ہے جس نے عالم تصوف میں ایک زندہ جاوید انقلاب پیدا کر دیا اور شاہراہ طریقت صدیوں کے لئے ہموار و بے غبار ہوگئی۔ اور نفس وشیطان کی شرارتوں اور گمراہیوں سے مامون ومحفوظ ہوگئی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ سائل کی تحریر کے مقابل میں اسی کاغذ کے حاشیہ پر اپنا جواب تحریر فرمادیتے تھے تاکہ سوال وجواب ایک ساتھ رہیں اور کسی قسم کا مغالطہ پیدا نہ ہو۔

اس صورت سے جو خاص خاص حالات کے خطوط ہوتے تھے وہ ان کے جوابات کے ساتھ (بغیر نام کے) ماہوار رسالہ النور میں شائع کر دیئے جاتے تھے۔ اس سلسلہ مضامین کا نام تربیت السالک تھا جو بعد میں کتابی صورت میں مدون ہوکر شائع ہو چکا ہے۔ یہ طرز تربیت حضرتؒ کا بالکل مجددانہ ہے۔ حضرتؒ نے سالکین کے احوال باطنہ اور امراض نفس کے معالجات اور تمام کیفیات وخطرات کی حقیقت کو دوسروں کی ہدایت وتنبیہ کے لئے شائع کر دیا ورنہ اس سے قبل مشائخ اپنے مریدوں کو خلوت ہی میں تعلیم فرماتے تھے جن کو رموز سینہ کہا جاتا تھا، جو مضامین شائع ہوتے تھے پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان پر نظر فرما لیتے تھے تاکہ کوئی غلطی یا شک وشبہ باقی نہ رہے۔

تربیت السالک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی مجددانہ چیز ہے جس کی مثال سلف میں کہیں نہیں ملتی اب تک جو رموز باطنی اہل طریق کے سینہ بسینہ رہا کرتے تھے ان کو اس مجدد طریق نے علوم سفینہ بنا دیئے۔

(مآثر حکیم الامت ص ۱۵۳ تا ۱۵۵ و ۱۲۳)

تصوف کے چاروں سلسلوں کی تجدید

حضرت ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

قرون اولیٰ اور ائمہ مجتہدین کے عہد زریں کے بعد اس امت مرحومہ میں حاملان شریعت وطریقت کے زمرے میں جس قدر مقتدر ومقدس، ہستیاں گزری ہیں ان میں حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کی اس دور حاضر میں ایک بڑی نمایاں اور ممتاز شخصیت نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر طرح کے ظاہری وباطنی اوصاف سے متصف فرمایا تھا۔ عالم، حافظ اور قاری ہونے کے علاوہ صحیح معنوں میں حکیم الامت ومجدد ملت تھے اور قطب الارشاد تھے اور پھر صف اول کے مفسر ومحدث تھے اور صف اول کے فقیہ وامام تصوف تھے۔

حضرت مولانا تھانویؒ قدس سرہٗ العزیز نے حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ نوراللہ مرقدہٗ کی تعلیم وتربیت میں حصول سلوک کے لئے تمام سلسلوں کی تعلیمات پر عمل کیا، مراقبے کئے، ریاضتیں کیں مجاہدے کئے باطن کے ہر مقام کا مشاہدہ کیا اور چاروں سلسلوں سے نور اور سوز حاصل کیا۔۔۔۔۔

حضرتؒ نے طریقت کے چاروں سلسلوں سے فیض حاصل کیا مجاہدے کئے ریاضتیں کیں۔ قبض وبسط کی سخت اور دشوار گذار گھاٹیوں سے گذرے، سلوک کا ہر میدان طے کیا۔ ہر مقام کی سیر کی، تصوف کا گوشہ گوشہ دیکھا۔ ہر دوکان معروفت پر گئے۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکات وفیوض باطنہ حاصل کیں ان کے منشاء کو سمجھا۔ اس کے بعد یہ مجدد وقت تھانہ بھون کی خانقاہ میں ایک نسخہ اکسیر لے کر بیٹھا اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ پر گنجینہ کی شرح فرمائی۔ پھر آسمان کے نیچے ایک مہتم بالشان مجلس لگی۔ رنگ ڈھنگ بدل گئے۔ پھر وضوح حق ہوا، حقیقت منکشف ہوئی، طریق زندہ ہوا۔ اصلاح کا باب کھلا انسانیت تقسیم ہوئی اور گمراہی کے دروازے

بند ہوگئے۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے طالبین مخلصین سمٹ آئے۔سالکین ذاکرین کی آمدورفت ہوئی،علماء اور طلباء کے اجتماع ہوئے۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجلس میں علوم ومعارف وحقائق کے دریا بہاتے اہل ذوق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں سنتے ،اور لکھتے، عارفین جھومتے اور اہل دل وجد کرتے اور تعلق مع اللہ کا وجدان حاصل کرتے۔ بڑے بڑے علماءعقلا اور فلسفی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے گردن جھکا کر بیٹھ جاتے، وہ حقائق ومعارف جو عربی وفارسی زبان میں تصوف وسلوک کی بڑی بڑی کتابوں میں راز کی صورت میں مدون تھے اس دور آخر کے مجدد نے علی الاعلان بڑی سہل اردو زبان میں سب کے سامنے ظاہر کردیئے اور فن تصوف کے ایک ایک جزو کو ایسا بے غبار کردیا کہ صدیوں تک تجدید کی ضرورت باقی نہ رہی اور اس شاہراہ پر دور دور تک کسی رہزن طریق کی مجال نہیں کہ دھوکا دے سکے۔

ہمارے حضرت نے جس طرح شریعت کی بدعات کو مٹایا اسی طرح طریقت کی بدعات کو بھی ختم کیا اور چاروں سلسلوں چشتیہ،نقشبندیہ،سہروردیہ،قادریہ کی تجدید فرمائی اور صاف صاف وضاحت فرمادی کہ طریقت جو عین شریعت وسنت ہے، اس کے خلاف جو کچھ ہے وہ زندقہ ہے۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ چاروں سلسلوں میں بیعت فرماتے تھے اور یہی حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ قدس سرہٗ العزیز کا مسلک تھا۔

تمام سلسلوں کے بزرگوں کا یہی نصب العین تھا کہ سالکین اور طالبین حق کی اصلاح باطن اور تزکیہ نفس کے لئے حسب ضرورت مجاہدے کرائے جائیں تاکہ ان کے قلوب کی صلاحیتیں درست ہوجائیں اور کیفیت تقویٰ پیدا ہو جو ذریعہ ہے حصول رضائے حق اور تعلق مع اللہ کا۔اس کے لئے وہ جو تدابیر فرماتے تھے وہ حدود شرع وسنت کے مطابق ہوتی تھیں کیونکہ تزکیہ نفس وہی ہے جس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم منجانب اللہ مامور تھے۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس عہد حاضر کا مجدد وطریقت بنایا تھا اس لئے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حقیقت کو سمجھا اور سارا خانقاہی طلسم توڑ دیا اور طریقت کے تمام اسرار کو علی الاعلان ظاہر فرما دیا اور ساری طریقت کو احکام شریعت ہی کی اتباع میں منحصر ہونا واضح فرما دیا اور چاروں سلسلوں میں جو مغائرت پیدا ہوئی تھی اور آپس میں رقابت اور غلط احساس فضیلت پیدا ہو گیا تھا اس کو رفع فرما دیا اور سب کا منبع ومرجع شریعت غراہی کے واحد مرکز پر قائم فرما کر حقیقت طریق کو مستند ومعتبر بنا دیا۔

ذالک فضل اللہ یوتیه من یشاء

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو ان کی مساعی جمیلہ وخدماتِ دین کو قبول ومشکور فرما کر اجر عظیم عطا فرمائیں اور اپنے مقامات قرب ورضا میں اعلیٰ درجات بالائے درجات عطا فرما کر ترقی پیہم عطا فرماویں آمین ثم آمین[1]

روحانی مطب جس سے ہر شخص امراض باطنہ کا علاج معلوم کر سکتا ہے

از حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ

بعد الحمد والصلوٰۃ

تربیت السالک کا سلسلہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے تجدیدی کارناموں میں سے بڑا کارنامہ ہے، جس میں طالبین کے احوال کی تحقیق شریعت وطریقت کے اصول پر کی گئی ہے، حضرتؒ کے متوسلین ومعتقدین کی تعداد بہت زیادہ ہے ہر شخص نے اپنے باطنی احوال تحریراً پیش کئے اور حضرتؒ نے تحریر ہی سے ان کے جوابات دیئے اس طرح یہ طب روحانی کی قرابادین بن گئی جس سے ہر شخص امراض باطنہ کا علاج معلوم کر سکتا ہے۔[2]

---

[1] مآثر حکیم الامت ص ۱۱۶، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۵۲ تا ۱۵۵ [2] تربیت السالک ص ۶

تصوف کے پورے ذخیرہ میں ایسی کتاب موجود نہیں

از: علامہ سید سلیمان ندویؒ

حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و دینی فیوض و برکات اس قدر مختلف الانواع ہیں کہ ان سب کا احاطہ ایک مختصر سے مضمون میں نہیں ہوسکتا اور یہی ان کی جامعیت ہے جو ان کے اوصاف ومحامد میں سب سے اول نظر آتی ہے، وہ قرآن پاک کے مترجم ہیں، مجود ہیں، مفسر ہیں، اس کے علوم وحکم کے شارح ہیں، اس کے شکوک وشبہات کے جواب دینے والے ہیں، وہ محدث ہیں، احادیث کے اسرار ونکات کے ظاہر کرنے والے ہیں، وہ فقیہ ہیں ہزاروں فقہی مسائل کے جوابات لکھے ہیں، نئے سوالوں کو حل کیا ہے نئی چیزوں کے متعلق انتہائی احتیاطوں کے ساتھ فتوے دیئے ہیں۔ وہ خطیب تھے، خطب ماثورہ کو یکجا کیا ہے، وہ واعظ تھے ان کے سینکڑوں وعظ چھپ کر عام ہو چکے ہیں، وہ صوفی تھے، تصوف کے اسرار وغوامض کو فاش کیا ہے، شریعت وطریقت کی ایک مدت کی جنگ کا خاتمہ کر کے دونوں کو ایک دوسرے سے ہم آغوش کیا ہے، ان کی مجلسوں میں علم ومعرفت اور دین وحکمت کے موتی بکھیرے جاتے تھے اور یہ موتی جن گنجینوں میں محفوظ ہیں وہ ملفوظات ہیں جن کی تعداد بیسیوں تک پہنچ چکی ہے وہ مرشد کامل تھے، ہزاروں مسترشد ومستفید ان کے سامنے اپنے احوال وواردات پیش کرتے تھے اور وہ ان کے تسکین بخش جوابات دیتے تھے اور ہدایات بتاتے تھے۔ جن کا مجموعہ تربیۃ السالک ہے۔

یہ کہنا بے جا نہیں کہ علوم مکاشفہ ومعاملہ کے متعلق کلیات وجزئیات اور احوال شخصی پر ایسی حاوی کتاب کی نظیر تصوف کے سارے دفتر میں موجود نہیں ۱۲۷۲ صفحوں میں یہ کتاب تمام ہوئی ہے'' [1]

[1] حکیم الامت کے آثار علمیہ ص ۱۸۱

تربیت السالک کی اہمیت اور

حضرت تھانویؒ کے روحانی مطب کی خصوصیت

از مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

راقم کے خیال میں دو علم ایسے ہیں جن کی تجدید ہر زمانہ میں اور ہر نسل کے لئے ضروری ہے وہ کبھی نئے تجربوں، زمانہ اور ماحول کی رعایت، طبیعتوں اور مزاجوں کے تغیر کی دیکھ بھال اور لحاظ اور زندگی سے بار بار رشتہ قائم کرنے سے مستغنی نہیں ہو سکتے، ایک طب اجسام کا علم اور ایک طب قلوب کا علم یا دوسرے لفظوں میں ایک معالجہ جسمانی دوسرے معالجہ روحانی کا علم۔۔۔۔۔

ان دونوں علوم میں ایک اور حقیقت مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ ان دونوں علوم میں اجتہاد سے چارہ نہیں، ہر جسمانی معالج اور ماہر فن کو کسی نہ کسی درجہ میں اجتہاد سے کام لینا اور اپنے فن کی شاہراہ عام سے اور اس کے عام ضوابط وکلیات سے آزاد ہونا پڑتا ہے، اور بعض مرتبہ ''عام قانون'' سے ہٹنے کا خطرہ تک مول لینا پڑتا ہے، اس کے بغیر وہ بعض مزمن امراض کا علاج اور بعض جاں بلب مریضوں کی مسیحائی کا فریضہ انجام نہیں دے سکتا، یہی حال اخلاقی وروحانی معالج کا ہے کہ وہ مقلد محض بن کر مختلف الطبائع اور متنوع اور مختلف المزاج مریضوں اور پیچیدہ امراض کا علاج نہیں کر سکتا اور اس کو بار بار اپنے فن اور اس کے پیشواؤں کی نپی تلی راہ سے اپنا اور اپنی خداداد ذہانت اور اس فراست ایمانی سے جس میں بصیرت احسانی بھی شامل ہوگئی ہے، نیا نسخہ تجویز کرنا اور نیا مرکب تیار کرنا پڑتا ہے، وہ بعض اوقات اس فن کے مبتدیوں اور سطحی النظر لوگوں کو علاج بالمثل یا علاج بالسمیات نظر آتا ہے، لیکن وہ ان مریضوں کے حق میں انوشدارؔدُ اور آب حیات بن جاتا ہے۔

''طب قلوب وارواح'' یا ''فقہ باطن'' یا تزکیہ واحسان کا یہ علم جس کو ہم مجبوراً تصوف

کہتے ہیں، تجدید وارتقا کے منازل سے برابر گذرتا رہا اور ہر دور میں اس میں اجتہادی شان بلکہ انقلابی فکر نظر آتی رہی، سیدنا عبدالقادر جیلانی، خواجہ معین الدین چشتیؒ، خواجہ بہاء الدین نقشبندی اور شیخ شہاب الدین سہروردی اپنے اپنے دور کے امام اور اس فن کے مجتہد مطلق تھے، ان کے بعد ہر ایک کے سلسلہ میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد مجدد و مجتہد پیدا ہوتے رہے۔................

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک طلائی کڑی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ذات تھی وہ ایک طرف علوم دینیہ کے ایک متبحر اور راسخ العلم عالم تھے، دوسری طرف ان کو ایسا زمانہ ملا جو نئے نئے تمدنی مسائل ومشکلات سے گرانبار تھا، زندگی کی مصروفتیں بہت بڑھ گئی تھیں، قوائے جسمانی اور طبیعتیں کمزور اور سہولت پسند واقع ہوئی تھیں، اور اس سب پر مستزاد یہ کہ تصوف اور سلوک سے ایک طرح کی وحشت اور خوف اور بعض تعلیم یافتہ طبقوں میں انکار کا رجحان پایا جاتا تھا، اس سب کا تقاضہ تھا کہ جو شخص اس زمانہ میں اصلاح وتربیت اور اس ''طب نبوی'' کی اشاعت وحفاظت کے لئے منتخب ہو وہ ان تمام حقائق سے واقف اور اس پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہو، وہ اپنی مجتہدانہ صلاحیت سے اس کا علاج ومعالجہ کو سہل، عمومی، ہر طبقہ کے لئے قابل عمل اور باعث کشش بنادے اور اس میں ایک ایسی نئی روح پھونک دے کہ اس کا مطب مرجع خاص وعام بن جائے اور وہاں صرف دوا سے نہیں بلکہ غذا سے بھی، شدید پرہیز نہیں بلکہ وسعت ورعایت سے بھی، قیمتی مرکبات سے نہیں بلکہ روزمرہ کے مفردات اور پیش پا افتادہ چیزوں سے بھی پیچیدہ امراض کا علاج ہوتا ہو اس کو انسانی نفسیات وطبائع اور مرض ومریض کے تغیرات کا ایسا وسیع علم اور تشخیص وتجویز کا ایسا ملکۂ راسخ عطا ہو کہ وہ چٹکیوں میں بڑے بڑے مریضوں کا علاج کردیتا ہو، یہ حکیم الامت کے مطب کی خصوصیات ہیں جن کی تصدیق تربیۃ السالک، امداد السلوک وغیرہ کے صفحات اور حکیم الامت کے مکتوبات سے بخوبی ہوسکتی ہے۔ (پیش لفظ سلوک سلیمانی ص ۴۲،۳۵)

متقدمین ومتاخرین میں ایسی نظیر ملنا مشکل ہے

از مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی

یوں تو چشم فلک نے بڑی بڑی عالم فاضل ہستیاں، بڑے بڑے عابد اور زاہد انسان اور بڑے بڑے متقی وتہجد گزار بندے اس خطہ ارضی میں دیکھے ہوں گے مگر شریعت وطریقت کا ایسا حسین امتزاج شائد ہی کسی نے دیکھا ہو جیسے کہ آپ (حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ) تھے۔ کوئی صرف عالم ہوتا ہے اور طریقت سے کورا، کوئی محض صوفی ہوتا ہے اور علوم شرعیہ سے ناآشنا۔ حضرت حکیم الامت ایک ہی وقت میں صوفی بھی تھے، عالم بے بدل بھی، رومی عصر بھی تھے اور رازیٔ وقت بھی۔ آپ نے جس طرح شریعت ظاہرہ کو جہالت وضلالت کی تاریکیوں سے نکالنے کا کام کیا اسی طرح طریقت باطنہ کو بھی افراط وتفریط کی بھول بھلیوں سے نجات دلائی۔ دراصل حضرت تھانویؒ قدس سرہٗ کے یہاں طریقت کا خلاصہ یہ تھا کہ انسان بنو اور آدمیت سیکھو، چنانچہ آپ فرماتے تھے بھائی میں اپنی محفل کو بزرگوں کی محفل نہیں بنانا چاہتا، آدمیوں کی محفل بنانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانویؒ کو دور حاضر کے مجدد کے منصب پر فائز فرمایا تھا اس لئے حضرت تھانوی نے مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی میں بڑھتے ہوئے انحطاط کو دیکھ کر سینکڑوں ہزاروں میل کا سفر طے کر کے اپنے مواعظ حسنہ ملفوظات اور عام مجالس کے ذریعے لوگوں کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کیا وہاں آپ نے اپنی عظیم تصنیفات کے ذریعے عوام وخواص کی رہبری فرمائی اور ان کو صحیح دین سے آشنا کیا۔ نشر واشاعت کے اس دور میں حضرت تھانویؒ کا یہ ایک عظیم اور امتیازی کارنامہ ہے کہ ڈیڑھ ہزار سے زائد تصانیف آپ کے قلم سے رقم ہوئیں۔ ہر علم وفن پر تصانیف اس قدر تالیف فرمائیں کہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ متقدمین ومتاخرین میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ (خطبات فقیر ص ۲۵۷ ج ۷)

تربیت السالک دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ حضرت تھانویؒ کا پلہ غزالیؒ سے بھاری ہے

از: مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ

مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی اپنی کتاب معاصرین میں تحریر فرماتے ہیں:

''جہاں تک علوم باطنی کا تعلق ہے یعنی اسلامی سلوک (معرفت وروحانیات تصوف سے الگ) اصلاح نفس کا تعلق ہے، انشاء اللہ اس دعوے کی لاج اللہ رکھ لے گا کہ تاریخ امت میں کوئی ہستی، مرشد، مربی و مصلح ان سے برتر نظر نہیں آتی، غزالی کا مرتبہ بیشک بہت بلند ہے بلکہ یہ کہنے دیجئے کہ امام تھانویؒ کے زمانہ سے قبل انہیں کا مرتبہ بلند ترین ہے، لیکن تربیت السالک وغیرہ میں جیسی جیسی گتھیاں سلجھ کر آگئی ہیں ان کے بعد امام تھانویؒ کا پلہ کچھ بھاری ہی نظر آئے گا''[1]

حضرت تھانویؒ کی خدمت میں ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''النور'' میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ شوق کے ساتھ تربیت السالک کے صفحات پڑھتا ہوں، اپنے کام کی باتیں سب سے زیادہ اسی حصہ میں ملتی ہیں، کہیں میں عقیدہ تناسخ کا قائل ہوتا تو کہہ ڈالتا کہ امام غزالی دنیا میں دوبارہ تشریف لے آئے ہیں''[2]

---

[1] معاصرین ص۱۹　[2] نقوش وتاثرات

مشائخ کو اس کتاب کے مطالعہ کی زیادہ ضرورت ہے

از مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ

مولانا عبدالباری صاحبؒ تربیت السالک کی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

(روحانی وباطنی) امراض کی تشخیص ومعالجہ کے لئے تربیت السالک کے ہزاروں صفحات کے مطب کا استقلال وتکرار کے ساتھ برابر مطالعہ میں رکھنا کافی ہے۔

حضرت کی طب باطنی کے مطبوعہ مطب "تربیت السالک" کے جو ہزاروں صفحات میں موجود ہیں ان میں سے سودوسو کے مطالعہ سے بھی خود حضرت کے کمال باطنی کا معتقد ہونہ ہولیکن امراض باطنی کے تشخیص اور کمال معالجہ کا قدم قدم پر معتقد ہونا پڑے گا۔

سب سے بڑا مرتب ومطبوعہ مجموعہ تبویب تربیت السالک قریباً تیرہ سو صفحات کا ہے (اس کے مطالعہ سے) انشاء اللہ راستہ کھلتا چلا جائے گا، بس چلتے رہنا شرط ہے،[۱]

اور راقم احقر کے نزدیک تو طالبین ومریدین سے زیادہ تربیۃ السالک کا ذخیرہ حضرات مشائخ ومرشدین کے حرز جان بنانے کا ہے (بشرطیکہ معاصرت وجماعتی عصبیت حاجب نہ ہو) تو انشاء اللہ نہ صرف وہ ارشاد وہدایت، اصلاح وتربیت کے حقوق کماحقہا ادا فرماسکیں گے، بلکہ اعمال واخلاق، ظاہر وباطن کے اعتبار سے مسلمان مسلمان بن جائیں گے، اس لئے کہ اس گئی گذری حالت میں بھی مسلمانوں پر حضرات مشائخ کا کچھ نہ کچھ اثر باقی ہے، جس سے کام لے کر ان کی اور اپنی دونوں کی دنیا وآخرت کو سنوارا جاسکتا ہے۔[۲]

---

[۱] لیکن یہ مجموعہ صرف تیس سال ۱۳۲۰ تا ۱۳۵۰ کا ہے، اب احسن وانفع ترتیب کے ساتھ کامل مجموعہ کی طباعت واشاعت کی ضرورت ہے

[۱] تجدید تصوف ص ۱۹۳

[۲] تجدید تصوف ص ۱۹۸

اس کتاب کا ہر مسلمان کے پاس رہنا نہایت ضروری ہے

از حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عادۃ اللہ ہمیشہ سے جاری ہے کہ طریق مردہ کے احیاء[1] کے لئے ہمیشہ انبیاء وعلماء ومجددین کو قائم فرماتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عادۃ مستمرہ کے موافق اس زمانہ میں بھی علماء ومشائخ کو قائم فرمایا، منجملہ ان کے حضرت مجدد الملت محی السنہ قامع[2] البدعت سیدی ومولائی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہٗ العالی بلاشبہ اس صدی کے مجدد اور غزالی وقت حکیم الامۃ ہیں۔ آپ کی شانِ تربیت ارشاد مشائخ متقدمین جیسی ہے۔ تصوف کی مبہم اور مجمل حقیقت قرنوں[3] کے بعد ایسی صاف اور منقح ومفصل کردی ہے کہ اس کی حقیقت سمجھنے میں کسی قسم کا خفا باقی نہیں رہا ہے۔ میں بآواز دہل کہتا ہوں کہ جس کا جی چاہے آپ کی کتابوں اور ملفوظات سے اس کا فیصلہ کرلے عیاں راچہ بیاں۔

یوں تو یہ مضامین آپ کی قریب قریب سب کتابوں میں ملتے ہیں مگر اس موضوع میں ''تربیۃ السالک'' خصوصیت کے ساتھ بے نظیر کتاب ہے۔ جو چھپ کر متفرق رسالوں میں وقتاً فوقتاً مدت طویلہ سے شائع ہورہی ہے جس میں فن اصلاح وتربیت کا بیش بہا خزانہ ہے۔

آج تک فن تربیۃ میں کوئی کتاب ایسی مدون ومرتب نہیں ہوئی جس میں صوحالات کے متعلق سوالات اوران کے جوابات کا کافی ذخیرہ ہے کہ فہیم[4] آدمی کو اس کے مطالعہ سے کافی مناسبت اس فن سے ہوسکتی ہے، اور فن کی حقیقت خوب منقح ہوسکتی ہے۔ اور مزید یہ کہ ہر قسم کے مسائل وتحقیقات ہیں جو کم وبیش ہر شخص کے حالات پر منطبق ہوجاتے ہیں۔ جس سے اپنے حال کے اچھے یا برے ہونے کی کافی اطلاع ہوجاتی ہے۔ میرے خیال میں اس کا ہر مسلمان کے پاس رہنا نہایت ضروری ہے۔[5]

---

[1] مردہ راستہ کو زندہ کرنے کے لئے [2] بدعت کو ختم کرنے والے [3] صدیوں [4] سمجھدار [5] تربیت السالک ص ۳

اصلاح اعمال واخلاق کا اکسیر نسخہ

ازمولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نوراللہ مرقدہٗ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''سیدی حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کوحق تعالیٰ نے اس زمانہ میں اصلاح خلق کے لئے چن لیا تھا، آپ کی تصانیف، مواعظ، ملفوظات انسان کی زندگی میں افراط وتفریط سے خالی، صحیح دینی انقلاب پیدا کرنے کے لئے بے نظیر نسخہ اکسیر ثابت ہوئی ہیں، خصوصاً سالکان طریقِ حق اور طالبانِ رشد وہدایت کے مکاتبت کے جواب میں جوظاہری اور باطنی اصلاحات کے نسخے لکھے گئے ہیں وہ ایک روحانی مطب ہے۔

مجھے امید ہے کہ اس دور فتنہ وفساد میں یہ کتاب (تربیت السالک) مسلمانوں کی اصلاح، اصلاحِ اعمال واخلاق کا ایک نسخہ اکسیر ثابت ہوگی۔ واللہ المستعان۔

بندہ محمد شفیع عفااللہ عنہ

دارالعلوم کراچی

یوم العید ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ [1]

---

[1] ماخوذ از تربیت السالک ص ۴ ج ۳

تربیت السالک کی اہمیت سے متعلق
حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تحریر

تربیت السالک عجیب کتاب ہے اس کو بار بار دیکھنے کی ضرورت ہے

حکیم الامت حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اہل طریق نے ہر زمانہ میں ان موانع (جو راہ سلوک میں سدراہ بنتے ہیں) کا معالجہ طالبین کی استعداد کے موافق فرمایا ہے، ان ہی معالجات میں وہ بھی ہیں جو اس زمانہ کی حالت واستعداد کے موافق وقتاً فوقتاً ''تربیت السالک'' کا جز بنتے رہے ہیں''[1]

ایک صاحب کے خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''تربیت السالک کے بعض حصص[2] الامداد[3] میں چھپے ہیں اور بعض قلمی ہیں سب دیکھ لیجئے وہ عجیب کتاب ہے''

نیز تحریر فرماتے ہیں:

''تربیۃ السالک کو مکرر بغور دیکھا جائے، بڑی نافع کتاب ہے، اب کے اور نئے قسم کا نفع محسوس ہوگا''[4]

---

[1] النور ۸ ۱۳۵۸ھ تجدید تصوف ۱۸۳ [2] کچھ حصے [3] ایک ماہانہ رسالہ

[4] النور ص ۳۰ تربیت السالک ۳۴۷ و ۴۵۴

اس کتاب کے مضامین عالیہ سے متعلق
حضرت تھانویؒ کے متواضعانہ کلمات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ مولانا عبدالماجد صاحبؒ دریا آبادی کے ایک مکتوب کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

اب میں ان مضامین کے حدود کی حقیقت عرض کرتا ہوں کہ برکات طالبین کے ہیں، ماں دودھ سے خالی ہوتی ہے، بچہ کی برکت سے دودھ اتر آتا ہے، اور اگر وہ پلانا چھوڑ دے تو سوکھ جاتا ہے، پس ان کی چھاتی ایک سڑک ہے کہ عالم فیض سے دودھ چل کر اس سڑک سے گذرتا ہوا بچہ کے معدہ پر منتہی ہوتا ہے۔

اسی طرح میں صرف ایک سڑک ہوں، ان علوم کے واہب (عطا کرنے والے) حضرت حق (تعالیٰ ہیں) موہوب لہ (جن کے لئے عطا کئے گئے) طالبین ہیں، ان کے طفیل میں مجھ سے بھی وہ علوم مس[1] کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ اور اگر اس سے زیادہ کوئی حقیقت ہے تو میرا کیا نقصان ہے، مگر میری جہاں تک رسائی ہے اتنی ہی بات معلوم ہوتی ہے۔[2]

اشرف علی

حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''احقر نے تو ایک مرتبہ جسارت کر کے یہ سوال ہی پیش کر دیا تھا کہ ''حضرت کے علوم پر بے حد تعجب ہوتا ہے کاش اس میں کچھ کسب کو دخل ہوتا، کتابوں میں تو یہ چیزیں ملتی نہیں''

اس کے جواب میں حضرت تھانویؒ نے تحریر فرمایا:

''یہ سب آپ کی محبت اور حسن ظن ہے، اب اس تعجب کی وجہ عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان علوم کے اس نادان کی طرف ظاہراً منسوب ہونے پر نظر گئی تو تعجب لازم

---

[1] چھوتے ہوئے۔ [2] حکیم الامت نقوش وتاثرات خط بنام مولانا عبدالماجد دریا آبادی

ہے، اور اگر نظر کو آگے بڑھایا جائے تو کچھ صندوق نظر آئیں گے، جن سے یہ کلام نکلتے ہیں، اور ان صندوقوں سے اوپر ایک دریا نظر آئے گا تو تعجب رفع ہو جائے گا، البتہ انعام الٰہی اس وقت بھی محل شکر ہوگا، وہ انعام ان صندوقوں کے ساتھ اتصال ہے۔

کبھی کبھی اس حقیقت کو یوں بھی ظاہر فرمایا کرتے تھے کہ طالب کی برکت سے حق تعالیٰ عین وقت پر بات دل میں ڈال دیا کرتے ہیں، پہلے سے مجھ کو علم نہیں ہوتا، طلب و رسد کا عام قانونِ قدرت بھی اسی کو مقتضی ہے۔[1]

تربیت السالک اصلاً طبیب کے لئے ہے مریض کے لئے نہیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں:

''تربیت السالک'' کی تبویب مولوی عبدالمجید صاحب بچھراوی نے کی ہے ۱۳۵۰ھ تک تربیت السالک کے جو حصے مختلف طور پر چھپے تھے ان کو ایک جگہ کر کے چھپوا دیا ہے، بڑی ضخیم کتاب ہوگئی ہے اور بہت نافع ہے، لیکن طبیب ہی کے کام کی ہے مریض کے کام کی نہیں، جیسے بہت سی طب کی کتابیں ''علاج الغرباء'' وغیرہ اردو میں چھپ گئی ہیں مگر ان سے غیر طبیب علاج نہیں کرسکتا ایسے ہی اس کو دیکھ کر شیخ نہیں بن سکتا، اور نہ کسی کی اصلاح کرسکتا ہے جب تک فن میں مہارت نہ ہو، مثلاً یہ معلوم کرنا کہ صفرا غالب ہے یا سودا، برودت بڑھی ہوئی ہے یا حرارت، مریض میں قوت کس قدر ہے، مسہل[2] کا تحمل کرے گا یا نہیں، یہ باتیں محض کتاب سے کیسے معلوم ہوسکتی ہیں، اور کتاب طبیب سے مستغنی نہیں کرسکتی، ایسے ہی یہاں سمجھ لیا جائے۔[3]

---

[1] تجدید تصوف ۱۹۱ [2] دست آور دوا [3] الافاضات الیومیہ ج ۳ قسط ۵ ص ۵۵۳ ملفوظ ۹۱۸

خطبہ تربیۃ السالک

از: حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بعد الحمد والصلوۃ فقد قال اللّٰہ تعالیٰ وَلٰکِنْ کُوْنُوْارَبَّانِیّٖنَ الایہ وھو الذی یری الناس بصغا رالعلوم قبل کبارھا کما قال ابن عباسؓ.

یہ آیت بنا پر تفسیر مذکور تربیت دینیہ کو بلحاظ استعداد مامور بہ بتلا رہی ہے، جس کے مختلف ومتعدد شعبوں میں ایک خاص قسم تربیت کی علما وعملاً قریب قریب مفقود[1] ہو رہی ہے، اور وہ تربیت باطن کی ہے۔ باعتبار مقامات واحوال وافعال وآثار و واردات[2] وخطرات کے۔ اور تجربہ ہے کہ بدون اس تربیت خاص کے اصلاح باطن کی نہیں ہوتی، اور جس کو بدون اس کے اصلاح سمجھا جاتا ہے وہ خود حالت غیر مقصود ہے۔ اور اس غلطی میں بکثرت مستفیدین[3] ومفیدین مبتلا ہیں۔

الحمدللہ والمنتہ کہ شیخین جلیلین حضرت مولانا ومرشدنا الحافظ الحاج الشاہ محمد امداداللہ صاحب تھانوی ثم المکی، اور ان کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا الحافظ الحاج رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہما وعم برہما کی خدمات بابرکات کی حاضری وکثرت لزوم کی بدولت اس تربیت کے اصول صحیحہ جو گوش وہوش تک پہنچے وہ اپنے لئے بھی اور دوسرے طالبین کے لئے بھی غلطیوں سے نکالنے والے اور تشویش وکلفت سے بچانے والے اور امر حق تک پہونچانے والے اور شفا وجمعیت[4] کے بخشنے والے ثابت ہوئے اسلئے اپنا بھی دل چاہا اور بعض اکارم احباب نے بھی تحریک فرمائی کہ اس قسم کے جو خطوط آیا کریں اور ان کے جواب جایا کریں اگر وہ نقل کر لئے جایا کریں اور جب کچھ معتد بہ حصہ ہو جایا کرے وقتاً فوقتاً شایع کر دئے جایا کریں۔ تو مبتلیٰ بہ[5] کے لئے ایک نہایت بکار آمد دستور العمل تیار ہو جاوے۔ چنانچہ شوال ۱۳۲۹ھ سے اس کا سلسلہ شروع ہوتا

---

۱ ختم ۲ وساوس وخیالات ۳ فائدہ حاصل کرنے والے ۴ یکسوئی ۵ جو اس مرض میں مبتلا ہو

ہے اللہ تعالیٰ سے دعائے اتم کرتا ہوں اور اس کا نام تربیۃ السالک رکھتا ہوں اور ان مضامین میں بعضے سوال و جواب کی شکل میں ہیں اس کی علامت س اور ج ہے اور بعضے جو اپنے حال کی اطلاع دیتے ہیں اور اس پر رائے ظاہر کی جاتی ہے، اس کو بلفظ حال وتحقیق لکھا گیا ہے۔ اور گو یہ مضامین دقیق اور لذیذ نہیں ہیں مگر نسخہ طبیہ میں نہ غموض ہوتا ہے، اور نہ کسی کو اس پر وجد ہوتا ہے، ایسے مضامین غامضہ علمیہ کے امداد الفتاویٰ میں نقل ہونے کا التزام کیا گیا ہے اور امداد الفتاویٰ میں جو مضامین اس رسالہ کے رنگ کے نقل کر دیئے گئے ہیں اس رسالہ میں ان کے لے لینے کا بھی ارادہ ہے، اور ایک خط کے مضامین کو دوسرے خط کے مضامین سے متمیز کرنے کے لئے درمیان میں ایک خط فاصل بنا دیا گیا تاکہ ہر خط کے اجزاء کا تناسق سہولت سے سمجھ میں آسکے۔[1]

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

---

[1] تربیت السالک ص ٦

باب ۲

پورے تصوف کا حاصل اور خلاصہ
قرآن وحدیث کی روشنی میں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں:

دین کا پانچواں جز تصوف ہے، اس کو تو لوگوں نے بالکل چھوڑ رکھا ہے، اکثر لوگوں نے تصوف کے متعلق یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ بہت ہی مشکل ہے کیونکہ اس میں بیوی بچوں کو چھوڑنا پڑتا ہے، یہ بالکل غلط ہے۔

صاحبو! تصوف کی حقیقت ہے خدا تعالیٰ سے تعلق بڑھانا، سو اس میں تعلقات ناجائز تو بے شک چھوڑنا پڑتے ہیں۔ باقی تعلقات جائزہ ضرور یہ تو پہلے سے بھی بڑھ جاتے ہیں، صوفیہ کے تعلقات اور معاملات بیوی بچوں کے ساتھ ایسے خوشگوار ہوتے ہیں کہ اہل تمدن کے بھی ویسے نہیں ہوتے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تصوف والے سنگ دل ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ ایسے رحم دل ہوتے ہیں کہ انسان تو انسان جانوروں پر تک رحم کرتے ہیں۔ چنانچہ ان حضرات کے پاس رہ کر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ ہر شخص کی راحت کا کس قدر خیال کرتے ہیں لہٰذا اس سے متوحش ہونا نادانی ہے جس کی وجہ سے اسلام کا ایک ضروری جز و لوگوں سے فوت ہو رہا ہے، یہ جز و ایسا ضروری ہے کہ قرآن شریف میں اس کی تحصیل کا جابجا امر ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ

”یعنی اے ایمان والو! حق تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے“

اس میں تکمیل تقویٰ کا امر ہے، یہی تصوف کا حاصل ہے، اور مشاہدہ ہے کہ ایسا ڈرنا سوائے صوفیہ کرام اہل اللہ کے کسی کو بھی نصیب نہیں ہے۔ ان کی بات بات میں خشیت ہوتی ہے، بیباکی اور آزادی کہیں نام کو بھی نہیں ہوتی۔

اب حدیث میں اس کی تاکید لیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ فِیْ جَسَدِ ابْنِ اٰدَمَ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ اَلْقَلْبُ . (مشکوٰۃ شریف ص۸۳ ج۲)

یعنی انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوجاتا ہے تمام بدن درست ہوجاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے، سن لو وہ دل ہے اس میں اصلاح قلب کی کتنی تاکید ہے کہ اسی کو مدار اصلاح قرار دیا گیا ہے اور یہی تصوف کا حاصل ہے اس میں بھی اصلاح قلب کا اہتمام ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے (جو حدیث جبرئیل کے نام سے مشہور ہے) کہ ایک دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بصورت انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور صحابہ کی تعلیم کے لئے انہوں نے حضور سے چند سوالات کئے جن میں پہلا سوال یہ تھا

یامحمد أخبرنی عن الاسلام

اے حضور! مجھے بتلایئے کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے؟

قال الاسلام أن تشهد أن لا الٰه الا الله وأن محمد ارسول الله وتقیم الصلوٰة وتوتی الزکوٰة وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیه سبیلا

آپ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ اللہ کے لاشریک لہ ہونے کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دو اور نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو۔

قال أخبرنی عن الایمان قال أن تومن بالله وملئکته وکتبه ورسله والیوم الآخر والقدر خیره وشره. (مشکوٰۃ شریف)

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پھر پوچھا کہ مجھے ایمان کی حقیقت بتلائیے آپ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور سب رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر ایمان لاؤ اور ان سب کی تصدیق کرو۔

اس سے معلوم ہوگیا کہ اسلام کے لئے تصدیق رسالت اور ایمان کے لئے قیامت اور تقدیر اور ملائکہ کی تصدیق بھی ضروری ہے۔اس کے بغیر آدمی مؤمن نہیں ہوسکتا۔اور ظاہر ہے کہ قیامت کا ماننا اس کا نام نہیں کہ جس طرح جی چاہے مان لے بلکہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے اس طرح مانے تو اس میں حساب وکتاب اور وزن اعمال اور پلصراط وغیرہ سب کا ماننا داخل ہے۔

احسان کی حقیقت

قال فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد الله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک پھر حضرت جبرئیل نے پوچھا کہ بتلائیے احسان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم خدا تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ یقیناً تم کو دیکھ رہا ہے (اور اس کا مقتضا بھی یہی ہے کہ جیسی عبادت خود ان کو دیکھ کر کرتے ویسی ہی اب بھی کرو کیونکہ نوکر کو اگر یہ معلوم ہوجائے کہ حاکم مجھے دیکھ رہا ہے گو اسے نظر نہ آتا ہو جب بھی وہ ایسا ہی کام کرتا ہے ہوں جیسا کہ خود اسے آنکھوں سے دیکھ کر کرتا ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام وایمان کی تکمیل کرنے والی ایک تیسری چیز اور ہے جس سے عبادت بدرجہ کمال ادا ہوتی ہے وہ احسان ہے اور اس کی تحصیل تصوف میں مطلوب ہے۔

اعمال کی دو قسمیں

حقیقت اس کی یہ ہے کہ اعمال دو قسم کے ہوتے ہیں ایک اعمال جوارح دوسرے اعمال قلب، اعمال جوارح تو عبادات ومعاملات ومعاشرت وغیرہ ہیں اور اعمال قلب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کا معلوم کرنا اور یقین کر لینا کافی ہے ان کو عقائد کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جن کو قلب کے اندر پیدا کرنا اور ان کی اضداد سے دل کو پاک کرنا ضروری ہے جیسے اخلاص وصبر وشکر ومحبت وخشیت ورضا وتوکل وتواضع وقناعت وغیرہ، ان کا تو حاصل کرنا ضروری ہے اور ان کے اضداد کا دل سے نکالنا ضروری ہے۔ جیسے ریاء وکبر وغصہ وطمع وحبِ دنیا وغیرہ۔ غرض کچھ کرنے کے کام اور کچھ نہ کرنے کے، اور اسی سے اعمال جوارح عبادت وغیرہ درجہ کمال پر پہنچتے ہیں اور ان سب کی تکمیل کا نام احسان ہے۔

اب قرآن وحدیث سے دیکھئے کہ ان اعمال باطنہ کی تاکید ہے یا نہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے امر ونہی اور وعدہ ووعید سے (سو قرآن میں ہے)

فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلوٰتِهِمۡ سَاهُوۡنَ الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَاءُوۡنَ ۝

سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں جو ایسے ہیں کہ جب نماز پڑھتے ہیں تو ریاکاری کرتے ہیں۔ (بیان القرآن)

اس میں نماز میں ریا وغفلت پر سخت وعید ہے۔

اور حدیث میں ہے:

لایدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر

یعنی جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرا برابر بھی تکبر ہو۔ اسی طرح قرآن وحدیث کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ جابجا اخلاق رذیلہ کی ممانعت اور ان پر وعید مذکور ہے۔ اور اخلاق حمیدہ کی تاکید اور ان پر وعدہ موجود ہے تو اس جزو اخلاق کا

حاصل کرنا واجب ہوا اور یہی حقیقت ہے تصوف کی ۔ پس تصوف کا جزو دین ہونا ثابت ہو گیا۔

مگر قاعدہ یہ ہے کہ ہر چیز کے کچھ توابع اور ذرائع ہوا کرتے ہیں جیسے حج کے لئے سفر کرنا اور زادراہ (یعنی توشہ) ساتھ لینا جس سے پہنچنے میں سہولت ہو۔ اسی طرح تصوف میں اصل مقصود تو اصلاح قلب ہے کہ اخلاق حمیدہ حاصل ہوں اور رذیلہ زائل ہوں مگر اس مقصود کے لئے کچھ توابع وذرائع ہیں جن سے مقصود میں آسانی ہوجاتی ہے۔ جیسے اذکار واشغال واحوال وکیفیات جن کو آج کل لوگوں نے غلطی سے مقصود قرار دے لیا ہے مگر یہ محض توابع وذرائع ہیں۔ اصل مقصود اصلاح قلب ہے اور اس مقصود کا بھی ایک مقصود ہے یعنی رضائے حق جس کا ثمرہ ہے قرب باری تعالیٰ۔

پس حاصل یہ ہوا کہ دین کی ترتیب اس طرح ہوئی کہ اول تو عقائد کو صحیح کرے، پھر اعمال جوارح عبادات ومعاملات ومعاشرت کو درست کرے، پھر اصلاح قلب کا اہتمام کرے جس کا طریقہ کسی شیخ کامل سے پوچھے اور اس کے کہنے کے موافق ذکرو شغل میں لگے۔ اس سے اعمال قلب کی اصلاح آسانی سے ہوگی، کیونکہ ذکروشغل سے حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑھ جاتا ہے، تو قلب میں اخلاق حمیدہ کی قابلیت جلد پیدا ہوجاتی ہے اسی لئے ذکر کے ساتھ اخلاق کی طرف بھی توجہ رکھنا چاہئے (کیونکہ اصل چیز یہی ہے جس کی تحصیل ضروری اور فرض ہے، رہا ذکروشغل وہ تو امر مستحب ہے جو اس مقصود کا ذریعہ ہے) یہ ہے امر مہم اور یہ ہے اصلی درس مگر بعض لوگ صرف ذکرواشغال پر اکتفا کرتے ہیں اخلاق کی درستی کا اہتمام نہیں کرتے یہ حقیقت سے ناواقفی کی دلیل ہے

اخلاق باطنہ کی درستگی کا طریقہ

اور اخلاق باطنہ کی درستی اس طرح ہوتی ہے کہ شیخ کے سامنے اپنے امراض قلبیہ (دل کی بیماریاں) بیان کئے جائیں کہ ہمارے اندر فلاں فلاں امراض ہیں، ریایا

عجب و کبر وغیرہ، پھر جو تدبیر شیخ بتلائے اس پر عمل کرے جیسا کہ امام غزالی نے ہر ہر مرض کی حقیقت اور ہر ایک کا جدا جدا علاج (احیاء العلوم میں) بیان فرمایا ہے۔ صحیح طریقہ تو یہ ہے تصوف کا، اور ایک وہ ہے جو آج کل لوگوں نے اپنی رائے سے سمجھ رکھا ہے کہ بس ذکر و شغل ہی پر کفایت کرنے لگے، یاد رکھو! اس طرح باطن کی اصلاح نہیں ہوتی، بلکہ صورت وہی ہے کہ امراض کا علاج بھی کرو۔ مثلاً ایک شخص میں تکبر ہے تو شیخ کو چاہئے کہ ذکر و شغل کے ساتھ اس کے سپرد ایسا کام بھی کرے جس سے نفس میں تواضع پیدا ہو، مثلاً نمازیوں کے لوٹے بھر کے رکھنا، ان کی جوتیاں سیدھی کرنا وغیرہ، اور اگر شیخ نہ بتلاوے تو طالب کو خود ایسے کام کرنے چاہئے جن سے نفس میں ذلت پیدا ہو، وعلی ہذا اگر کسی میں حسد ہے تو اس کو چاہئے کہ محسود کی تعریفیں کیا کرے، اس سے قلب کا غبار نکل جائے گا، اسی طرح ہر ہر مرض کا ایک خاص علاج ہے جو تصوف کی کتابوں سے معلوم ہو سکتا ہے[1] یہ ہے تہذیب اخلاق۔

اس کے بعد اس کا ثمرہ ہے یعنی رضائے حق، مگر آج کل لوگوں نے ثمرہ اس کو سمجھ لیا ہے کہ کچھ لطائف جاری ہو جائیں، کچھ گریہ و رقت طاری ہونے لگے، صاحبو! یہ تو احوال ہیں جو غیر اختیاری ہیں، مطلوب وہ امور ہیں جو بندہ کے اختیار میں ہیں یعنی اخلاق حمیدہ کا حاصل کرنا اور رذائل کا علاج کرنا اسی طرح کشف بھی مطلوب نہیں، کشف ہوتا ہو تو اس کے لئے نعمت ہے شکر کرے بشرطیکہ غوائل کبر و عجب وغیرہ سے محفوظ ہو اور جس کو نہ ہوتا ہو اس کے درپے نہ ہو وہ سمجھ لے کہ میرے لئے کامیابی کا طریقہ یہی تجویز کیا گیا ہے کہ کشف نہ ہو کیونکہ بعض دفعہ کشف سے انسان بہت سی بلاؤں میں پھنس جاتا ہے۔ بس تم اپنے لئے کوئی طریقہ تجویز نہ کرو۔

اور ساری وجہ پریشانی کی یہی ہوتی ہے کہ لوگ حالات و کیفیات کو مقصود سمجھتے ہیں حالانکہ میں نے بتلا دیا کہ یہ مقاصد میں سے نہیں بلکہ محض توابع و ذرائع ہیں[2]

---

[1] مثلاً تربیت السالک سے [2] تفصیل الدین ملحقہ دین و دنیا ص ۱۱۹ تا ۱۲۳

بزرگوں سے کیا چیز حاصل کی جاتی ہے

مقصود اور طریق کی تعیین

حال: ایک طالب نے لکھا کہ بزرگوں سے حاصل کرنے کی کیا چیز ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے۔؟

جواب تحریر فرمایا:

کہ کچھ اعمال مامور بہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی نیز کچھ اعمال منہی عنہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی ہر دو قسم میں کچھ علمی غلطیاں ہو جاتی ہیں، مشائخِ طریق طالب کے حالات سن کر ان عوارض کو سمجھ کر ان کا علاج بتلا دیتے ہیں ان پر عمل کرنا طالب کا کام ہے اور اعانتِ طریق کے لئے کچھ ذکر بھی تجویز کر دیتے ہیں۔

اس تقریر سے مقصود اور طریق دونوں معلوم ہو گئے۔

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ:

اس طریق میں مقصود تو بحمد اللہ معلوم ہے یعنی رضائے حق، اب دو چیزیں رہ گئیں، طریق کا علم اور اس پر عمل، سو طریق صرف ایک ہے یعنی احکام ظاہرہ و باطنہ کی پابندی اور اس طریق کی معین دو چیزیں ہیں ایک ذکر جس قدر اس پر دوام ہو سکے۔

دوسرے صحبت اہل اللہ کی جس کثرت سے ممکن ہو، اور اگر کثرت کے لئے فراغ نہ ہو تو بزرگوں کے حالات و مقالات کا مطالعہ اس کا بدل ہے۔

اور دو چیزیں طریق یا مقصود کی مانع ہیں معاصی اور فضول میں مشغولی۔ اور ایک امر ان سب کے نافع ہونے کی شرط ہے یعنی اطلاعِ حالات کا التزام، اب اس کے بعد اپنی استعداد ہے، حسب اختلاف استعداد مقصود میں دیر سویر ہوتی ہے۔ میں سب کچھ لکھ چکا۔[1]

[1] مآثر حکیم الامت ص ۱۵٦ انفاس عیسیٰ ص ۵۱۱

سلوک وتصوف کا خلاصہ

خلاصہ سلوک

(۱) نہ اس میں کشف وکرامات ضروری ہے۔

(۲) نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے۔

(۳) نہ دنیا کی کاربرآری کا وعدہ ہے کہ تعویذ گنڈوں سے کام بن جاویں یا مقدمات دعا سے فتح ہوجایا کریں، یا روزگار میں ترقی ہو، یا جھاڑ پھونک سے بیماری جاتی رہے یا ہونے والی بات بتلادی جایا کرے۔

(۴) نہ تصرفات لازم ہیں کہ پیر کی توجہ سے مرید کی از خود اصلاح ہوجاوے، اس کو گناہ کا خیال بھی نہ آوے۔ خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہیں مرید کو زیادہ ارادہ بھی نہ کرنا پڑے یا علم دین وقرآن میں ذہن وحافظہ بڑھ جائے۔

(۵) نہ ایسی باطنی کیفیات پیدا ہونے کی کوئی میعاد ہے کہ ہر وقت یا عبادت کے وقت لذت سے سرشار رہے، عبادت میں خطرات ہی نہ آویں، خوب رونا آوے، ایسی محویت (فنائیت) ہوجائے کہ اپنی پرائی خبر نہ رہے۔

(۶) نہ ذکر وشغل میں انوار وغیرہا کا نظر آنا یا کسی آواز کا سنائی دینا ضروری ہے۔

(۷) نہ عمدہ عمدہ خوابوں کا نظر آنا، یا الہامات کا صحیح ہونا لازمی ہے۔

فقہ وسلوک کی تعریف اور تصوف کا اصل مقصود

بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کا راضی کرنا ہے جس کا ذریعہ ہے شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا۔ ان حکموں میں بعضے متعلق ظاہر کے ہیں جیسے نماز روزہ وحج وزکوٰۃ وغیرہا اور جیسے نکاح وطلاق وادائے حقوقِ زوجین، وقسم وکفارۂ قسم وغیرہ اور جیسے لین دین وپیروی مقدمات وشہادت، ووصیت وتقسیم ترکہ وغیرہ اور جیسے سلام وکلام وطعام ومنام وقعود وقیام ومہمانی ومیزبانی وغیرہ ان مسائل کو علم فقہ کہتے ہیں۔

اور بعضے متعلق باطن کے ہیں جیسے خدا کی مشیت[1] پر راضی رہنا۔ حرص نہ کرنا۔ عبادت میں دل کا حاضر رکھنا، دین کے کاموں کو اخلاص سے کرنا۔ کسی کو حقیر نہ سمجھنا۔ خود پسندی[2] نہ ہونا۔ غصہ کو ضبط کرنا وغیرہ ان اخلاق کو سلوک کہتے ہیں۔ اور مثل احکام ظاہری کے ان احکام باطنی پر عمل کرنا بھی فرض وواجب ہے۔ نیز ان باطنی خرابیوں سے اکثر ظاہری اعمال میں بھی خرابی آجاتی ہے۔ جیسے قلتِ محبتِ حق[3] سے نماز میں سستی ہوگئی یا جلدی جلدی بلا تعدیل ارکان پڑھ لی۔ یا بخل سے زکوٰۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی۔ یا کبر وغلبہ غضب سے کسی پر ظلم ہو گیا۔ حقوق تلف ہو گئے۔ و مثل ذلک۔ اور اگر ان ظاہری اعمال میں احتیاط کی بھی جاوے تب بھی جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوتی وہ احتیاط چند روز سے زیادہ نہیں چلتی۔ پس نفس کی اصلاح ان دو سبب سے ضروری ٹھیری۔

شیخ کی ضرورت

لیکن یہ باطنی خرابیاں ذرا سمجھ میں کم آتی ہیں اور جو سمجھ میں آتی ہیں ان کی درستی کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہے۔ اور جو معلوم ہوتا ہے نفس کی کشاکشی[4] سے اس پر عمل مشکل ہوتا ہے۔ ان ضرورتوں سے پیر کامل کو تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کو سمجھ کر آگاہ کرتا ہے اور ان کا علاج و تدبیر بھی بتلاتا ہے۔ اور نفس کے اندر درستی کی استعداد اور ان معالجات میں سہولت اور تدبیرات میں قوت پیدا ہونے کیلئے کچھ اذکار واشغال کی بھی تعلیم کرتا ہے۔ اور خود ذکر اپنی ذات میں بھی عبادت ہے۔

پس سالک کو دو کام کرنے پڑتے ہیں، ایک ضروری کہ احکام شرعیہ ظاہری و باطنی کی پابندی ہے۔ دوسرا مستحب کہ کثرت ذکر ہے۔ اس پابندی احکام سے خدائے تعالیٰ کی رضا اور کثرتِ ذکر سے زیادتِ رضا وقرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ ہے خلاصہ سلوک کے طریق اور مقصود کا[5]۔

---

[1] مرضی اور فیصلہ [2] اپنے کو اور اپنی ہر چیز ورائے کو اچھا سمجھنا [3] حق تعالیٰ کی محبت کی کمی
[4] کھینچا تانی [5] تربیت السالک ص ۷،۸

شیخ کامل کے اوصاف وعلامات

شیخ کامل وہ ہے جس میں یہ علامات ہوں، جس شخص میں یہ علامتیں پائی جائیں وہ مقبول اور کامل ہے اس کے پاس جایئے اور اس کی صحبت سے مستفیض ہویئے۔

(۱) بقدر ضرورت علم دین جانتا ہو۔

(۲) دوسرے شریعت پر پوری طرح کاربند ہو (عامل ہو) اس کا عمل عقیدے اور عادتیں سب شریعت کے موافق ہوں۔ (یعنی) عقائد واعمال واخلاق میں شرع کا پابند ہو۔

(۳) تیسرے اس میں یہ بات ہو کہ جس بات کو خود جانتا نہ ہو علما سے رجوع کرتا ہو۔

(۴) چوتھے دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو اور کامل ہونے کا دعویٰ نہ کرتا ہو کیونکہ یہ بھی دنیا کی ایک شاخ ہے۔

(۵) کسی شیخ کامل کے پاس کچھ دنوں تک رہا ہو۔

(۶) چھٹویں یہ کہ علماء سے اس کو وحشت نہ ہو۔

(۷) ساتویں یہ کہ اس میں روک ٹوک کی عادت ہو، مریدین اور متعلقین کو ان کی حالت پر نہ چھوڑ دیتا ہو، کوئی بری بات دیکھتا یا سنتا ہو تو روک ٹوک کرتا ہو، یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے، اپنے مریدوں (اور ماتحتوں) کی تعلیم وتربیت دل سے کرتا ہو، مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو۔

(۸) آٹھویں خود بھی ذکر وشغل کرتا ہو کیونکہ اس کے بغیر تعلیم میں فائدہ نہیں ہوتا، اور برکت نہیں ہوتی۔

(۹) نویں اس کی صحبت میں یہ برکت ہو کہ اس کے پاس بیٹھنے سے دنیا کی محبت کم ہوتی ہو اور اللہ کی محبت زیادہ معلوم ہوتی ہو۔

(۱۰) دسویں اس کے جو مریدین ہیں ان میں اکثر کا یہ حال ہو کہ شریعت کے پابند ہوں اور ان میں دنیا کی طمع (لالچ) نہ ہو۔

(۱۱) گیارہویں عام لوگوں کے مقابلہ میں خاص لوگ یعنی جو دین دار اور سمجھ دار ہیں وہ اس کے زیادہ معتقد ہوں، اور اس کی طرف مائل ہوں۔

(۱۲) بارہویں یہ کہ اس کی طرف صلحاء اور دین کے سمجھنے والے لوگ زیادہ متوجہ ہوں، اس کے زمانہ میں جو عالم اور درویش منصف مزاج ہوں وہ اسکو اچھا سمجھتے ہوں۔اور یہ کمال کی بڑی علامت ہے۔

جس شخص میں یہ علامات ہوں پھر یہ نہ دیکھے کہ اس سے کوئی کرامت بھی صادر ہوتی ہے یا نہیں، یا اس کو کشف بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ یا یہ جو دعا کرتا ہے وہ قبول ہو جاتی ہے یا نہیں۔ یا یہ صاحب تصرف ہے یا نہیں۔ کیونکہ یہ امور لوازم مشیخت[1] یا ولایت ہی سے نہیں۔ اسی طرح یہ نہ دیکھے کہ اس کی توجہ سے لوگ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ یہ بھی لوازم[2] بزرگی سے نہیں۔ اصل میں یہ ایک نفسانی تصرف ہے جو مشق سے بڑھ جاتا ہے۔ غیر متقی بلکہ غیر مسلم بھی کرسکتا ہے۔ اور اس سے چنداں[3] نفع بھی نہیں۔ کیونکہ اس کے اثر کو بقاء نہیں ہوتا۔ صرف مرید غبی[4] کے لئے جو ذکر سے اصلا متاثر نہ ہوتا ہو، چند روز تک شیخ کے اس عمل کرنے سے اس میں ایک گونہ تاثر وانفعال[5] قبول آثار ذکر کا پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ خوامخواہ لوٹ پوٹ ہی ہو جائے۔[6]

اگر شیخ کامل نہ ملے

اگر کسی کو شیخ کامل نہ ملے تو وہ یہ تدبیر کرے کہ مشائخ کے ملفوظات وحالات کا مطالعہ کرے اور کتابوں سے فنائے نفس (نفس کو مغلوب کرنے) کا طریقہ معلوم کر کے عمل کرے مگر شیخ

---

[1] شیخ اور بزرگی کے لئے لازم نہیں [2] ضروری نہیں [3] کچھ [4] بدفہم کند ذہن کم عقل [5] دوسرے کا اثر قبول کرنا [6] تربیۃ السالک۔ص ۲۷ قصد السبیل ص ۶، وعظ طریق النجاۃ ملحقہ دعوات عبدیت ص ۵۹ ج ۱۲

کے برابر نفع نہیں ہوسکتا۔

جس کو شیخ میسر ہو وہ تو ایسا ہے جیسے طبیب سے علاج کرانے والا اور جس کو طبیب نہ ملے وہ خود کتابوں میں تدبیریں دیکھ کر ایسا علاج شروع کردے جس میں خطرہ نہ ہو ۔لیکن ایسا نفع تھوڑا ہی ہوگا۔[1]

غرض شیخ اصلاح کی تدبیریں بتلاتا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتا اور یہ تدبیریں تم خود بھی اپنے مطالعہ سے معلوم کرسکتے تھے مگر تمہارا معلوم کرنا ویسا ہی ہوگا جیسا کہ غیر طبیب طب (ڈاکٹری) کی کتابوں سے علاج کا طریقہ معلوم کرتا ہے اور دونوں کا فرق ظاہر ہے۔ اوران مجموعی تدبیروں کا حاصل یہ ہے کہ پہلے تو علم شریعت حاصل کرے تاکہ افعال واخلاق کا بھلا اور برا ہونا معلوم ہوجائے پھر جو خواہش نفس کے اندر پیدا ہو اس کے مقتضیٰ پر عمل نہ کرے پس وہ یہ دو کام کرے ایک علوم کی تحصیل دوسرے مذموم (بری) خواہش نفس کی مخالفت مگر یہ لازم ہے کہ شیخ کی تلاش میں رہے۔[2]

شیخ ومرید کا کام اور ہر ایک کی ذمہ داری

اب کام کی تفصیل سنو! شیخ کے دو کام ہیں ایک ااصلاح ایک ذکر کی تعلیم اوران میں بھی اصل کام اصلاح ہی کا ہے۔ذکر اس کی اعانت وبرکت کے لئے ہوتا ہے۔باقی اصلاح کی حقیقت کیا ہے؟ سووہ نفس کو ذمائم (برائیوں اور باطنی امراض) سے پاک کرنا ہے یعنی باطنی تربیت کرنا مگر اس کی اعانت کے لئے شیخ ذکر اللہ کی تعلیم کرتا ہے۔ یوں تو آدمی اصلاح کی خود بھی تدبیر کرتا ہے مگر شیخ کی تعلیم میں غیبی برکت ہوتی ہے باقی نرا وظیفہ بغیر اصلاح کے بالکل کافی نہیں......اس خیال کی بھی اصلاح ضروری ہے۔بہت لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ محض وظیفہ ہی اصلاح کے لئے کافی ہے حالانکہ اصلاح کی حقیقت ہے(مذموم) خواہش کا نفس سے نکالنا اگر ہویٰ (مذموم خواہش) نفس کے اندر ہی ہے

[1] الافاضات الیومیہ ص۱۵۱ ج۱ [2] الھویٰ والھدیٰ ملحقہ آداب انسانیت ص۴۷

تو فرمائیے محض وظیفہ اصلاح کے لئے کیسے کافی ہوگا؟ یہ کام تو شیخ کا تھا۔

اور مرید کا اصل کام ہے اتباع اور اتباع کی تکمیل کے لئے دوسرا کام ہے شیخ کو حالات کی اطلاع۔ پس میں خلاصہ اور عطر تصوف کا بتلائے دیتا ہوں کہ اصل مقصود ہَویٰ (یعنی خواہشات) کو ہُدیٰ (یعنی شریعت) کے تابع کرنا ہے۔ اور یہ جب ہوگا کہ نفس سے ہویٰ نکل جائے۔ یعنی ہوائے نفس (نفسانی خواہش) مغلوب ہوجائے۔ اور یہ بات شیخ کے واسطے سے حاصل ہوجاتی ہے۔ یہ خلاصہ ہے تصوف کا اور یہ حاصل ہے اتباع شیخ کا۔[۱]

تصوف کا حاصل یہ ہے کہ جس طاعت میں سستی ہو سستی کا مقابلہ کر کے اس طاعت کو کرلے اور جس گناہ کا تقاضا ہو تقاضا کا مقابلہ کر کے اس گناہ سے بچ جاوے، دیکھئے یہ ہے تو چھوٹی سی بات کہنے میں مگر وقوع میں کتنی عظیم الشان ہے، شیخ کا بس یہی کام ہے کہ وہ اس بات کے حاصل کرنے کی تدبیریں بتلاتا ہے اور کچھ نہیں کرتا۔☆

شیخ کے حقوق کا خلاصہ

جب شیخ کامل مل جائے تو اس کے............بہت سے حقوق ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اس کا جی برا نہ کرے اس کی کوشش کرے کہ اس کا دل میلا نہ ہو یہاں تک کہ اگر وہ ادب و تعظیم سے خوش ہو تو اس کی تعظیم کرے اور اگر تعظیم نہ کرنے سے خوش ہو تو تعظیم نہ کرے یہ نہ ہو کہ اپنی مرضی کے موافق عمل کرے اور شیخ کی مرضی کا اتباع نہ کرے۔[۲]

اگر شیخ معصیت کا حکم کرے

اگر شیخ معصیت کا حکم کرے تو ایسے شیخ ہی کو سلام کرے (یعنی چھوڑ دے) ہاں اگر نوافل یا اوراد (وظائف) ترک کرائے تو ہرگز وسوسہ نہ لائے کیونکہ واجب تو ترک کراتا نہیں زیادہ سے زیادہ مستحبات ترک کراتا ہے۔ (اور اس میں کوئی مصلحت ہوگی)[۳]

---

[۱] الہویٰ والہدیٰ ملحقہ آداب انسانیت ص ۵۴ [۲] انفاس عیسیٰ ص ۵۱۱ [۳] حسن العزیز ص ۱۷۲ ج ۲
☆ تکمیل الاعمال ملحقہ حقیقت تصوف وتقویٰ محلقہ ۲۶۱

فصل

اہل اللہ کی صحبت میں رہنے کی اہمیت

اولیاء اللہ کی صحبت سے قلب میں ایک خاص بات پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے خروج عن الاسلام (یعنی اسلام سے نکل جانے اور مرتد ہو جانے) کا احتمال نہیں رہتا خواہ گناہ اور فسق و فجور سبھی کچھ ہوتے رہیں لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے۔ اس کے برخلاف ہزار برس کی عبادت میں بھی بذاتہ یہ اثر نہیں ہوتا کہ وہ کسی کو مردودیت سے روک سکے اور یہی معنیٰ ہیں اس شعر کے ع

یک زمانہ صحبت با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(یعنی کسی اللہ والے کی تھوڑی دیر کی صحبت سو سال کی عبادت سے بہتر ہے)

کیونکہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز جو مردودیت سے ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دے ہزار ہا سال کی اس عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہ ہو۔[1]

صحبت صالح کی مثال

صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے عطر فروش کی دوکان کہ یا تو وہاں سے عطر خریدو گے ورنہ کم سے کم خوشبو سے تو دماغ کو راحت ہوگی اسی طرح نیک صحبت سے کوئی نہ کوئی کام کی بات حاصل ہو جاتی ہے۔[2]

دیکھئے گلاب کے پاس رہنے سے مٹی میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح اہل محبت کے پاس رہنے سے خدا کی محبت اور دین کے ساتھ مناسبت حاصل ہو جاتی ہے۔[3]

صحبت میں بالخاصہ اثر ہے جیسے مقناطیس میں لوہے کے کھینچنے کا اثر ہے کوئی خاص وجہ اس اثر کی نہیں بتلائی جا سکتی واقعی خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔[4]

[1] حسن العزیز ص۲۳ج۱ [2] دعوات عبدیت ص۱۳۱ج۱۵ [3] التبلیغ ۴۷/۲۱ج۲۱ [4] حسن العزیز ص۲۳

صحبت کی اہمیت اور ہر طبقہ کے لوگوں کو صحبت صالح کی ضرورت

میں تو کہا کرتا ہوں کہ صحبت صالح چاہے اپنے سے چھوٹوں ہی کی ہو بہت غنیمت ہے محض وظیفوں سے کچھ نہیں ہوتا صحبت سے آنکھیں کھلتی ہیں۔

بغیر صحبت شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں عادت اللہ یہی جاری ہے کہ بغیر شیخ کی صحبت کے محض ذکر کافی نہیں اس کے لئے صحبت شیخ شرط ہے۔[1]

صحبت صالح کے بغیر نہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم کافی ہے اور نہ ادنیٰ درجہ کی اسی لئے علما و طلبہ سب کے ذمہ اس کا اہتمام ضروری ہے پہلے زمانہ میں جو سب لوگ اچھے ہوتے تھے اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ وہ اس صحبت کا اہتمام رکھتے تھے۔

یادرکھو! صحبت صالح بغیر علم متعارف کے مفید ہوسکتی مگر علم متعارف بغیر صحبت کے بہت کم مفید ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج کل بہت سے علما نظر آتے ہیں مگر ان میں کام کے دو چار ہی ہیں جن کو کسی کامل کی صحبت نصیب ہوتی ہے۔[2]

اصلاح کے لئے اصلی چیز صحبت ہے چاہے علم نہ ہو مگر صحبت ہو بلکہ میں کہتا ہوں کہ علم بھی بلا صحبت کے بیکار ہے۔[3]

دنیادار اور کالجوں میں پڑھنے والے طلبہ کو صحبت صالح کی ضرورت

اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ انگریزی خواں بچوں کو علما و صلحا کے پاس بھیجا کرو اور بڑے بھی اس کا خیال رکھیں تو بڑا فائدہ ہو اور ہم اس کا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم نہ ان کے لباس پر اعتراض کریں گے، نہ ان کی ڈاڑھی سے ہمیں بحث ہوگی نہ ہم ان کو مار مار کر نماز پڑھوائیں گے، وہ ہمارے پاس بیٹھیں گے تو ان کو ہم سے اور ہم کو ان سے انس ہوگا اور دین سے مناسبت ہوگی اور یہ مناسبت ہی جڑ ہے اور علم و عمل اس کی

[1] حسن العزیز ص ۲۳ [2] التبلیغ ص ۴۷ ج ۲۱ [3] مجالس حکیم الامت ص ۱۵

فرع (شاخ) ہیں صحابہ کرام سب کے سب عالم نہ تھے جو کچھ پایا صرف صحبت سے پایا اسی وجہ سے ہمیشہ اہل اللہ نے صحبت کا التزام رکھا۔ ۱؎

واللہ اگر صحبت کی طرف ذرا بھی توجہ کرتے تو مسلمان تباہیوں سے بچ جاتے۔ ۲؎

صحابہ کرام کو یہ شرف صحبت کی برکت سے حاصل ہوا

حضرات صحابہ کرام ؓ کو فضیلت صحبت ہی کی وجہ سے ہوئی کہ آج کوئی امام اور فقیہ اور کوئی بڑے سے بڑا ولی ادنیٰ صحابی کے رتبہ کو نہیں پہونچ سکتا حالانکہ وہ زیادہ لکھے پڑھے نہ تھے بلکہ بہت سے علوم تو صحابہ کے بعد پیدا ہوئے ان کے زمانہ میں ان علوم کا پتہ بھی نہیں تھا جو آج کل کثرت سے موجود ہیں صحابہ کرام کا بڑا کمال یہی تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور حضور کی صحبت ان کو نصیب تھی۔ ۳؎

بزرگوں کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کا مطلب اوراس کا طریقہ

ہمت پیدا ہوتی ہے کسی کامل کی صحبت میں رہنے سے، اور رہنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ بال بچوں کو چھوڑ کر ملازمت سے استعفیٰ دے کر زراعت (کاشتکاری) بند کر کے اس کے پاس جا پڑو بلکہ اگر وقت ملے تو اس کے پاس کبھی کبھی جانا بھی چاہئے اور خط وکتاوت سے ہمیشہ اپنے حالات کی اطلاع کرتے رہنا چاہئے وہ جو کچھ تعلیم کرے اس کے مطابق عمل کرے پھر انشاء اللہ تعالیٰ ہمت پیدا ہو جائیگی بغیر صحبت کامل کے کام بننا مشکل ہے گو ناممکن نہیں مگر شاذ و نادر ہے۔

جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے موقع دیا ہے وہ کم از کم چھ ماہ تک (گو وقفہ کے ساتھ ہویا

۱؎ مجالس الحکمہ ص ۱۵ ۲؎ دعوات عبدیت ص ۵۶ ج ۱۲ ۳؎ التبلیغ ص ۴۷ ج ۲۱

جتنا بھی موقع ہو) کسی بزرگ کی خدمت میں رہیں لیکن اس طرح کہ اپنا تمام کچا چٹھا (یعنی اپنے تمام عیوب ظاہری و باطنی) ان کے سامنے پیش کردے اور پھر جس طرح وہ کہیں اس پر عمل کرے، اگر وہ ذکر و شغل تجویز کریں تو ذکر و شغل میں مشغول ہو جائے اور اگر وہ منع کریں اور کسی دوسرے کام میں لگائیں اس میں لگ جائے اور ان کے ساتھ محبت بڑھائے اور ان کی حالت کو دیکھتا رہے کہ کسی چیز کے لینے کے وقت یہ کیا برتاؤ کرتے ہیں اور دینے کے وقت کس طرح پیش آتے ہیں اس کا اثر یہ ہوگا کہ تخلّق باخلاق اللہ ہوجائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ کے اخلاق اور اوصاف حمیدہ اسکے اندر پیدا ہوجائیں گے) اور پھر اس کی ذات سے سراسر نفع پہونچے گا۔

اور اگر اتنی فرصت نہ ہوتو جب کبھی شہروں میں (یا ایسی کسی جگہ) جانا ہو جہاں ایسا عالم موجود ہوتو تھوڑی دیر کے لئے اس کے پاس جایا کریں............اور کوئی بات یاد آجائے تو پوچھ لیا کریں۔[1]

صحبت صالح کے مفید ہونے کی اہم شرط

صحبت سے یہ مراد نہیں کہ علماء کی خدمت میں جا کر زٹل (بکواس، ادھر ادھر کی باتیں اور خبریں) ہانکیں، دنیا بھر کے اخبار و حکایات بیان کریں۔

صحبت جب ہی مفید ہوسکتی ہے جب ان سے اپنے امراض کا بیان کریں اور ان کا علاج پوچھیں۔[2]

محض کسی کے پاس رہنے سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ انسان کو اپنی اصلاح اور تربیت کی فکر نہ ہو۔[3]

---

[1] حیات المسلمین ص۷۴ [2] دعوات عبدیت ص۱۳۱ [3] الافاضات الیومیہ ص۲۳۹

اگر صحبت صالح میسر نہ ہو یا اس کی صورت نہ ہو تو کیا کرے

اگر صحبت میسر نہ ہو سکے تو کم از کم اس کے پاس ہر ہفتہ ایک جوابی کارڈ ضرور بھیجتا رہے جس میں چاہے محض خیریت ہی درج ہو اس کی برکت سے وہ دینی اور دنیوی دونوں قسم کی بہبودی (کامیابی) کا وہ خود مشاہدہ کرے گا۔

محض خط و کتابت سے بھی نفع پہونچ سکتا ہے کیونکہ بار بار جب خط آئیں گے تو اس کے ساتھ محبت ہو جائیگی اور جب اس سے محبت ہو جائیگی تو اس کے دل سے دعا نکلا کرے گی پھر حق تعالیٰ کبھی تو دعا قبول فرمالیں گے اور اس کی اصلاح کر دیں گے۔

خط و کتابت کی برکت سے عقائد و اعمال کی خرابی سے محفوظ رہے گا۔ اور دنیوی پریشانیوں سے بھی حفاظت رہے گی۔[1]

اگر صحبت میسر نہ ہو اور جو اپاہج اور معذور ہوں ان کے لئے صحبت کا بدل یہ ہے کہ ایسے بزرگوں کے ملفوظات (و مواعظ) دیکھا کریں یا سنا کریں ان کے صبر و شکر تقویٰ و طہارت کی حکایتیں دیکھنا سننا یہی صحبت کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔[2]

بری صحبت سے اجتناب

اس کے ساتھ ہی دو باتوں کا خیال اور رکھیں جو بطور پرہیز کے ہیں ایک یہ کہ کافروں کے اور گمراہوں کے جلسوں میں ہرگز نہ جائیں، اول تو کفر کی اور گمراہی کی باتیں کان میں پڑنے سے دل میں اندھیرا پید ہوتا ہے، دوسرے بعض دفعہ ایمان کے جوش میں ایسی باتوں پر غصہ آجاتا ہے پھر اگر غصہ ظاہر کیا تو بعض دفعہ فساد ہو جاتا ہے، بعض دفعہ اس فساد سے دنیا کا بھی نقصان ہو جاتا ہے، بعض دفعہ مقدمہ کا جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے اور سب میں وقت بھی خرچ ہوتا ہے اور روپیہ بھی یہ سب پریشانی کی باتیں ہیں۔

---

[1] حسن العزیز ص ۴۷ ج ۱ [2] دعوات عبدیت ص ۶۲ ج ۱۲

اور اگر غصہ ظاہر نہ کر سکے تو دل ہی دل میں گھٹن اور رنج ہوتا ہے خواہ مخواہ بیٹھے بٹھائے غم خریدنے سے کیا فائدہ۔[1]

اہل باطل کی صحبت میں تو ظلمت ہوتی ہی ہے ان کی مس کی ہوئی (چھوئی ہوئی) چیزوں میں بھی ظلمت ہوتی ہے۔[2]

بحث مباحثہ سے اجتناب

دوسری بات یہ ہے کہ کسی سے بحث مباحثہ نہ کریں کہ اس میں بھی اکثر وہی خرابیاں ہوجاتی ہیں جن کا ابھی بیان ہوا اور ایک بڑی خرابی ان دونوں میں اور ہے جو سب خرابیوں سے بڑھ کر ہے وہ یہ کہ ایسے جلسوں میں جانے سے یا بحث کرنے سے کان میں کفر اور گمراہی کی کوئی ایسی بات پڑ جاتی ہے جس سے خود بھی شبہہ پیدا ہوجاتا ہے اور اپنے پاس اتنا علم ہوتا نہیں کہ اس شبہہ کو دور کر سکے تو ایسا کام کیوں کرے جس سے اتنا بڑا نقصان ہونے کا ڈر ہو۔

اور اگر کوئی خواہ مخواہ بحث چھیڑنے لگے تو سختی سے کہہ دو کہ ہم سے ایسی باتیں مت کرو اگر تم کو پوچھنا ہی ضروری ہو تو عالموں کے پاس جاؤ۔[3]

بیک وقت دو بزرگوں سے اصلاحی تعلق رکھنے کی اجازت نہیں

اس طریق میں نفع کا مدار یکسوئی پر ہے اور ایک وقت میں دو مصلح سے تعلق رکھنے میں یکسوئی میسر نہیں ہوسکتی جیسے ایک وقت میں دو طبیبوں (ڈاکٹروں) سے رجوع کرنے میں پریشانی ہوتی ہے ایک کچھ تجویز کرتا ہے دوسرا کچھ تجویز کرتا ہے۔[4]

---

[1] حیات المسلمین ص۲۷ [2] القول الجلیل ص۷۸ [3] حیات المسلمین ص۷۵ [4] الافاضات الیومیہ ص۳۱ ج۸

جس کو مشائخ و بزگان دین سے مناسبت وموافقت نہ ہووہ کیا کرے

فرمایا اگر کسی کی ایسی طبیعت ہو کہ کسی سے بھی مناسبت نہ ہو وہ طریق سے کیسے مستفید ہوسکتا ہے یا محروم ہی رہے؟

اس کا جواب عام اہل طریق کے نزدیک تو نفی میں ہے مگر میں نے قواعد سے اس کے لئے بھی ایک طریق تجویز کیا ہے وہ یہ کہ ایسے شخص کے لئے بہتر ہے کہ کسی شخص سے تعلق نہ کرے کیونکہ کسی شیخ سے تعلق کرنا وصول الی اللہ اور قربِ حق کی شرط نقلی یا عقلی نہیں صرف شرط عادی ہے، اصل شرط تو شریعت پر عمل کرنا ہے شریعت ہی پر عمل کرنے اور تسہیل (آسانی) وتکمیل اور تعدیل (حد پر قائم رہنے) کے لئے شیخ سے تعلق کیا جاتا ہے خود تعلق مقصود بالذات نہیں۔

یہ شخص اپنے طور سے شریعت پر عمل کرتا رہے البتہ عادۃً ایسے شخص سے کچھ غلطیاں یا کہیں کہیں اس کو تشویش ضرور ہوگی جو شیخ سے حل ہو جاتی ہے اس میں یہ کرے کہ جہاں تک اپنی سمجھ کام دے اصلاح کی کوشش کرے اور جہاں کوشش کام نہ دے دعا کرے کہ اے اللہ حقیقت تک رہبری فرمایئے اور لغزشوں کو معاف فرمایئے پھر بھی اگر لغزشیں ہو جائیں گی تو عند اللہ مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ یہ اپنی طرف سے کوشش کر چکا۔[1]

ایسے شخص کے لئے بغیر شیخ کے مشورہ کے صرف کتابوں پر عمل کرنے کا مشورہ اس کو دیا جائے گا یعنی اس کے لئے جو کسی شیخ سے مناسبت نہ رکھتا ہو اور کسی بزرگ سے اس کو موافقت نہ ہوتی ہو ایسے شخص کے لئے اسلم طریقہ یہ ہے کہ وہ کسی سے رجوع نہ کرے۔ بس کتاب وسنت پر اپنے طور سے عمل کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے کہ غلطی سے محفوظ رکھیں، اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ کسی کو اپنا شیخ نہ بنائے۔[2]

---

[1] الافاضات الیومیہ ص ۲۷۴ ج ۱۰ [2] الافاضات الیومیہ ص ۱۹۳ ج ۹

باب ۳

کسی بزرگ سے بیعت ہونے کا شرعی وفقہی حکم

بیعت کی ایک حقیقت ہے ایک صورت حقیقت اس کی ایک عقد ہے مرشد ومسترشد (پیرومرید) کے درمیان، مرشد کی طرف سے تعلیم کا اور مسترشد کی طرف سے اتباع کا۔

اور چونکہ اس کے فرض یا واجب یا سنت موکدہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں اور حضرۃ نبویہ سے دین کی حیثیت سے منقول ہے لہٰذا یہ بیعت مستحب ہوگی۔

اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر مداومت ثابت نہیں ہزاروں مومن اس خاص طریقہ پر اس زمانہ میں حضور سے بیعت نہیں ہوئے اس لئے اس کو سنت موکدہ بھی نہ کہیں گے یہ سب تفصیل اس کی حقیقت میں ہے۔

اور ایک اس کی صورت ہے یعنی معاہدہ کے وقت ہاتھ پر ہاتھ رکھنا یا کپڑا وغیرہ ہاتھ میں دیدینا تو یہ عمل مباح ہے لیکن مامور بہ کے کسی درجہ میں نہیں حتیٰ کہ اس کے استحباب کا بھی حکم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو منقول ہے وہ بطور عبادت اور دین کے نہیں بلکہ بطور عادت کے ہے کیونکہ عرب میں معاہدہ کے وقت یہ رسم تھی۔ چنانچہ اسی عادت کی بناء پر اس کو صفقہ بھی کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ بیعت معتادہ صلحاء حقیقت کے اعتبار سے مستحب سے زیادہ نہیں اور اس کی خاص ہیئت مباح سے زیادہ نہیں۔ لہٰذا اس کا درجہ علماً یا عملاً بڑھانا مثلاً اس کو شرط نجات قرار دینا یا تارک پر طعن کرنا یہ سب غلو فی الدین اور اعتداء حدود ہے۔ اگر کوئی شخص عمر بھر بھی بطریق متعارف کسی سے بیعت نہ ہو اور خود علم دین حاصل کرکے یا علماء سے تحقیق کرکر کے اخلاص کے ساتھ احکام پر عمل کرتا رہے وہ ناجی اور مقبول اور مقرب ہے۔ البتہ تجربہ سے یہ کلیاً یا اکثریاً مشاہدہ ہوگیا ہے کہ عمل اور اصلاح کا جو درجہ مطلوب

ہے وہ کسی کامل بزرگ کی تربیت واتباع کے بغیر بلاخطر اطمینان کے ساتھ عادۃً حاصل نہیں ہوتا۔ مگر اس اتباع کے لئے بھی صرف التزام کافی ہے بیعت متعارف شرط نہیں[1]۔

بیعت واجب نہیں اصلاح واجب ہے

جس شخص کی اصلاح بیعت پر موقوف ہو اس پر بیعت ہونا بھی واجب ہے

تحقیق: بیعت واجب نیست اصلاح اعمال واجب است وتقدیم واجب واجب است۔ آرے اگر بیعت موقوف علیہ اصلاح بودے ہم واجب بودے۔ واذ لیس فلیس، کار شروع فرمایند واز حالات مطلع فرمودہ باشند ہرگاہ مناسب خواہم دید انکار نخواہم کرد۔[2]

(ترجمہ: بیعت واجب نہیں اصلاح اعمال واجب ہے، البتہ اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اسکی اصلاح بیعت ہی پر موقوف ہو (اس کے علاوہ اصلاح کی اور کوئی صورت نہ ہو) تو ایسے شخص کے لئے بیعت ہونا بھی واجب ہے ورنہ نہیں، کام شروع کیجئے، حالات سے مطلع کرتے رہے، جو مناسب ہوگا اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔)

مقصود سمجھنے سے پہلے بیعت نہ ہونا چاہئے

حال: ایک ہفتہ ہوا میں اب ہمیر پور میں آ گیا ہوں، جو اذکار حضور نے ہدایت فرمائے تھے وہ پابندی کے ساتھ ادا کر رہا ہوں، ذوق وشوق اب تک نہیں پیدا ہوا۔ جیسی حالت پہلے تھی ویسی ہی اب بھی ہے۔ حضور کی توجہ ودعا کا محتاج ہوں میرے حق میں اتباع سنت اور محبت خداوندی کی دعا فرمادیں۔

تحقیق: یہاں کے قیام کے زمانہ میں آپ کو بہت جلدی جلدی اپنی حالت

---

[1] البدائع ص ۱۵،۱۶ بدیعہ نمبر ۵ [2] تربیت السالک ص ۴۶

سے اطلاع دینی چاہئے تھی۔ بہت سے سوالات کا حل بالمشافہ خوب[1] ہوتا ہے۔ اب بجز اس کے کیا ہوسکتا ہے کہ آپ کام میں لگے رہیں حالات سے اطلاع دیتے رہیں۔ وقتاً فوقتاً جو مناسب ہوگا تعلیم دیتا رہوں گا۔

ایک بات سے ضرور میرا دل تنگ ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ آپ کے اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک ذوق وشوق بھی مطلوب ہے جو نہ آپ کے اختیار میں ہے نہ میرے اختیار میں ہے اس کا فیصلہ آپ کو بیعت کے قبل کرنا چاہئے تھا اور جانچ کے زمانہ میں جب آپ نے اس کے آثار نہ دیکھے[2] تھے، آپ کو یہ امر ظاہر کرنا چاہئے تھا۔ اس پر میں جو کچھ جواب دیتا جس کا حاصل وہی اس کا غیر اختیاری ہونا تھا اس جواب کو اگر آپ کا دل قبول نہ کرتا تو آپ کو بیعت نہ کرنا چاہئے تھا۔ اور اگر دل قبول کر لیتا تو آپ کو اس وقت اس کے فقدان[3] کی شکایت کی نوبت نہ آتی۔ جب آپ نے بار بار بیعت کی درخواست کی مجھ کو دھوکا ہوا کہ آپ کو اپنے مطلب کے آثار مطلوب ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اس لئے آپ درخواست کرتے ہیں مجھ کو غیب کا علم نہ تھا کہ آپ دل میں کیا لئے ہوئے ہیں اب آپ اپنے نزدیک مجھ کو ان کیفیات کے پیدا کرنے کا ذمہ دار سمجھتے ہیں جس کی نسبت آپ سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ میں نے کب ذمہ داری کی تھی۔ یا کب کہا تھا کہ یہ لوازم طریق[4] سے ہیں۔ آپ رجماً بالغیب[5] اپنے ذہن میں ایک شیخ چلی کا گھر بنا بیٹھے۔ اور منشی کا سا حساب لگا لیا جس نے کہا تھا کہ جوں کا توں کنبا ڈوبا کیوں، کہ اب جب وہ آثار مزعومہ مرتب نہیں ہوئے تو شکایت پیدا ہوتی ہے ایسی حالت میں اگر اس کا غیر اختیاری ہونا سمجھا جاوے تو طالب کا نفس اس جواب کو دفع الوقتی وحیلہ پر محمول کرتا ہے بس یہ ہے وہ تنگی کا سبب۔ اب آپ کے ذمہ لازم ہے کہ مفصل فیصلہ اس مسئلہ کا کر لیجئے کہ آپ کو طریق میں مطلوب کیا ہے

[1] منھ در منھ، آمنے سامنے [2] علامات [3] نہ پائے جانے کی [4] اس راہ کے لئے ضروری ہے
[5] محض اندازے اور تخمینہ سے

اور کس کس ثمرہ کے مرتب ہونے کی آپ کو امید ہے۔ میں بھی بے تکلف ظاہر کردونگا کہ کون کون باتیں ہونے والی ہیں اور کس کا ہونا مشکوک ہے۔ پھر آپ کو اختیار ہوگا کہ خواہ اس دوکان سے اس متاع[1] کو خریدیں یا دوسری دوکان تلاش کریں۔ اور مجھ کو بھی اختیار ہوگا کہ اس خریدار کو اپنی دوکان پر بیٹھنے دوں یا آگے کو چلتا کردوں۔ اب بھی آپ کی سمجھ میں آیا کہ میں نے پہلی بار آپ سے بیعت سے انکار کردیا تھا اور اکثر لوگوں سے عذور کردیتا ہوں یہ اس کا سبب ہے۔ تاکہ نہ طالب کو دھوکا ہو نہ مجھ کو دھوکا ہو۔ گول مول قصہ میں جانبین کو بے مزگی ہوتی ہے بہت جلد جواب دیجئے اور اس جواب کے ساتھ یہ خط بھی بعینہ واپس کیجئے۔ والسلام[2]

طریق میں داخل ہوکر یہ کام کرنا پڑیں گے

طریقہ میں داخل ہوکر (یعنی بیعت ہونے یا اصلاحی تعلق قائم کرنے کے بعد) جو جو کام کرنے پڑیں گے۔ (ان کی تفصیل یہ ہے)

بہشتی زیور کے گیارہ حصے اول سے آخر تک۔ ایک ایک حرف کر کے پڑھنے یا سننے پڑیں گے۔

(۱) اپنی سب حالتیں بہشتی زیور کے موافق رکھنا پڑیں گی۔

(۳) جو کام کرنا ہو اور اس کا جائز ناجائز ہونا معلوم نہ ہو، کرنے سے پہلے علما اہل حق سے پوچھنا پڑے گا، اور ان کے بتلانے کے موافق عمل کرنا ہوگا۔

(۴) نماز پانچوں وقت جماعت سے (مسجد میں) پڑھنا ہوگی۔ البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو تو جماعت معاف ہے، اور اگر بلا عذر غفلت سے رہ جاوے ندامت کے ساتھ استغفار کرنا چاہئے۔

(۵) اگر مال بقدر زکوٰۃ ہو تو زکوٰۃ دینا ہوگی۔ مسائل اس کے بہشتی زیور میں ملیں گے۔ اسی طرح کھیت اور اور باغ کی پیداوار میں دسواں بیسواں حصہ دینا ہوگا،

۱؎ سامان ۲؎ ص ۳۷ تربیۃ السالک ص ۳۷ الامداد ۲۶ ص ۲۳۵

اس کے مسائل زبانی معلوم کر لئے جائیں۔

(۶) اگر حج کی گنجائش ہو تو حج کرنا پڑے گا اسی طرح گنجائش کی صورت میں عید کو صدقہ فطر اور بقر عید کو قربانی ضروری ہوگی۔

(۷) اپنی بی بی بچوں کے حقوق ادا کرنا ہوں گے۔ ان کا یہ بھی دینی حق ہے کہ ان کو ہمیشہ شرع کے احکام بتلاتے رہو۔ آسان طریقہ اس کا پڑھے ہوؤں کے لئے یہ ہے کہ شب و روز میں تھوڑا سا کوئی وقت مقرر کرکے بہشتی زیور اول سے آخر تک اپنے گھر والوں کو پڑھ کر سنا دیں اور سمجھا دیں۔ اور جب وہ ختم ہو جاوے پھر شروع کر دیں۔ جب تک ان کو مسائل خوب پختہ یاد نہ ہو جاویں سناتے رہیں۔ اور ان پڑھ ایسا کریں کہ جو بات دین کی کسی عالم سے سنا کریں اس کو یاد کرکے گھر والوں سے ضرور کہہ دیا کریں۔[۱]

اور یہ کام چھوڑنا پڑیں گے

اور یہ کام چھوڑنا پڑیں گے، ڈاڑھی منڈانا، دارھی کاٹنا جبکہ چار انگل سے زاید نہ ہو، داڑھی چڑھانا، سر میں چاند کھلوانا، کھڈی رکھانا۔ یا آگے سے منڈوانا، ٹخنوں سے نیچے پایجامہ پہننا، یا لنگی باندھنا۔ یا کرتہ چوغہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا یا عمامہ کا شملہ آدھی کمر سے نیچے چھوڑنا۔ یا کسم و زعفران کا رنگا ہوا یا ناپاک رنگ کا رنگا ہوا کپڑا پہننا یا ریشمی یا زری کا لباس چار انگل سے زیادہ خود پہننا یا لڑکوں کو پہنانا۔ یا کفار کا سا لباس پہننا یا مردوں کو چاندی کی انگوٹھی ایک مثقال یا زائد یا سونے کی انگوٹھی پہننا یا عورتوں کو کھڑا جوتا یا مردانہ لباس پہننا یا، یا باجہ دار زیور پہننا، یا ایسا باریک یا چھوٹا کپڑا پہننا جس میں بدن کھلا رہے۔ کسی عورت یا مرد کو بری نگاہ سے دیکھنا، یا عورتوں لڑکوں سے زیادہ میل جول رکھنا۔ مرد کو کسی نامحرم عورت کے پاس یا عورت کو کسی نامحرم مرد کے

[۱] تربیۃ السالک ص ۳۷ الامداد ۲۶ ص ۲۳۵

پاس بیٹھنا یا تنہا مکان میں رہنا یا بدون سخت مجبوری کے سامنے آجانا اگر چہ وہ پیر ہی ہو یا رشتہ دار ہوں اور جہاں سخت مجبوری ہو وہاں سر اور بازو اور کلائی اور پنڈلی اور گلا کھولنا نامحرم مرد کے سامنے حرام ہے۔ منھ کے سامنے بھی گھونگٹ رہنا بہتر ہے۔ اور عمدہ پوشاک اور زیور سے تو سامنے آنا بالکل ہی برا ہے۔ اسی طرح نامحرم مرد وعورت کا باہم ہنسا بولنا، ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا یہ سب چھوڑ دینا چاہئے، ختنہ یا عقیقہ یا شادی میں جمع ہونا یا برات میں جانا البتہ عین نکاح کے وقت پاس پاس کے مردوں کا جمع کر لینا مضایقہ نہیں۔ یا کوئی کام فخر ونمود کا کرنا جیسے آج کل رسم رسوم کا کھلانا لینا دینا ہوتا ہے۔ اسی میں نوتہ بھی آ گیا اس کو بھی چھوڑنا چاہیے۔ اسی طرح فضول خرچی کرنا یا کپڑے میں بہت تکلف کرنا کہ یہ بھی فخر ونمود میں داخل ہے، مردہ پر چلا کر رونا، اس کا تیجہ، دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں وغیرہ کرنا۔ دور دور سے عرصہ عرصہ تک میت کے پیچھے آنا۔ بدون شرع کے موافق تقسیم کئے ہوئے مردہ کے کپڑے خیرات کر دینا، لڑکیوں کا حصہ نہ دینا۔ اہل حکومت وریاست کو غربا پر ظلم کرنا، جھوٹی نالش کرنا، موروثی کا دعویٰ کرنا، رہن یا رشوت کی آمدنی کھانا، تصویر بنانا یا رکھنا، یا براہ شوق کتے پالنا، یا کنکوا وآتش بازی یا کبوتر بازی ومرغ بازی وغیرہ کا شغل کرنا، یا بچوں کو اجازت اور پیسے دینا، گانا سننا، باجے سے یا بے باجے اسی میں گرامون بھی داخل ہے، عرسوں میں جانا، بزرگوں کی منت ماننا، فاتحہ نیاز گیارہویں وغیرہ متعارف طور پر کرنا، رواج کے موافق مولد شریف کرنا، تبرکات کی زیارت کے لئے عرس کا سا انتظام کرنا، یا اس وقت مردوں عورتوں کا خلط یا سامنا ہو جانا، شب برات کو حلوا پکانا، یا محرّم کو تہوار منانا، یا رمضان میں ختم قرآن پر شیرینی ضرور کر کے بانٹنا، یا ٹونے ٹوٹکے کرنا، یا سیتلا وغیرہ کو ماننا، یا فال وغیرہ کھلوانا، کسی نجومی یا آسیب زدہ سے کوئی بات پوچھنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا جھوٹ بولنا، تجارت میں دغا کرنا، (دھوکہ دینا) بلا اضطرار ناجائز نوکری کرنا، یا جائز نوکری میں کام خراب کرنا، عورت کا خاوند کے سامنے زبان درازی کرنا، یا اس کا

مال بلا اجازت خرچ کرنا، یا بلا اجازت کہیں جانا اور حافظوں کا مردوں پر قرآن پڑھ کر یا تراویح میں قرآن سنا کر کچھ لینا، مولویوں کو وعظ پر یا مسئلہ بتلانے پر اجرت لینا، یا بحث مباحثہ میں پڑنا، یا درویش وضع لوگوں کو پیری مریدی کی ہوس کرنا، تعویذ گنڈوں کا مشغلہ رکھنا۔ یہ فہرست مختصر کرنے نہ کرنے کے کاموں کی اور تفصیل احقر کے رسالوں میں بقدر ضرورت ملے گی۔ اشرف علی[1]

بیعت جلدی کر لینا یا نہ کر لینا شیخ کے قلبی رجحان پر موقوف ہے

حال: عرض یہ ہے کہ اکثر لوگ جن کو ابھی اپنے مشائخ سے اجازت اخذِ بیعت اور کار تربیت سپرد نہیں ہوا، اس کام کو آسان سمجھتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ پیر بننے میں بھلا کیا تکلیف ہے، سو واقعی رسمی پیر بننا اور سجادہ نشینی یہ تو ایک بڑی مزہ دار بادشاہت ہے، لیکن اس کی حقیقت ایک دشوار کام ہے۔ امر تربیت بھی اس خاص قسم کا مجاہدہ ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مجاہدہ بدون تکلیف کے نہیں ہوتا، مجھے امر تربیت میں بعض دفعہ بہت تکلیف ہوتی ہے۔ خصوصاً جب مخاطب قلب سے قصور اور حقیقت شناسی سے دور اور محض عرف اور رسم کا پابند و مجبور ہو، اور عوام کی عقیدت و محبت بھی خلل اور فتور کی بنیاد پر مبنی ہوتی ہے، اسی لئے بیعت کرنے سے ایک حد تک کنارہ کرتا ہوں بلکہ بعض دفعہ تو جو لوگ بیعت ہو گئے ہیں ان کو بھی چھوڑ دینا پسند کرتا ہوں لیکن یہ بات چونکہ اہل طریق کے ہاں پسندیدہ نہیں اس لئے اپنے کو صبر پر مجبور کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جلدی بیعت کر لینے میں پیچھے (بعد میں) بڑی خرابی نکلتی ہے۔ جن جن باتوں کی آپ شکایت فرمایا کرتے تھے وہ سب ذرہ ذرہ صحیح پاتا ہوں۔

ایک ایک قطرہ کا مجھے دینا پڑا احساب خون جگر ودیعت مژگان یار تھا

دوسری طرف اہل بدعت وضلالت کا شیوع اور ہمہ گیری بعض دفعہ اس قدر مجبور کر دیتی ہے کہ خیال ہوتا ہے کہ جو شخص بھی درخواست بیعت کرے اس کو بلا تامل

[1] تربیت السالک ص ۲۴

بیعت کرلیا جاوے۔ اگر اور کچھ نہ ہوا تو اہل ضلالت کے پنجہ سے تو چھوٹ جاوے گا۔ غرض اس قسم کے پیچ وتاب اور شش و پنج میں جی گرفتار ہو جاتا ہے۔

اس بارہ میں جو ارشاد عالی ہو اس کو باعث نجات تصور کرونگا۔

تحقیق. عین وقت پر جس شق کو دل زیادہ قبول کرے انشاءاللہ تعالیٰ اسی میں خیر ہوگی [1]

بیعت ہونے کا مناسب طریقہ

حال: میں جناب مولانا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے حلقہ میں داخل ہوا تھا کچھ عرصہ تک حلقہ میں شامل رہا، اب مولانا کے یہاں کی حالت بہت نازک ہورہی ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ کشف ایسا یقینی سمجھا جاتا ہے کہ اس پر ملازمین پر احکامات جاری کئے جاتے ہیں۔ اور پوچھا جاتا ہے کہ کیا دیکھا۔ دیوبندیوں کو فاسد العقیدہ کہا جاتا ہے۔ میلاد شریف میں قیام کیا جاتا ہے۔ اور کئی آدمی مل کر سلام پڑھتے ہیں۔ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں پھول لٹائے جاتے ہیں، ایک صاحب کو کشف ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور پھول اٹھاتے ہیں، یا پھول اٹھا کر اپنی گود میں رکھتے ہیں، ایک شخص مولانا کے خاص ملازموں میں ہے وہ نماز نہیں پڑھتا ہے، اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے صرف ایک عیب ہے کہ نماز نہیں پڑھتا، ان خرفات کا کہاں تک بیان کر کے جناب کا وقت خراب کروں۔ میں نے اب حلقہ سے علیحدگی اختیار کرلی ہے۔ اسم ذات جس قدر ہو سکتے ہیں پڑھ لیتا ہوں۔ اور جناب سے امیدوار ہوں کہ میری دستگیری فرمائی جاوے اور مجھ کو بیعت سے مشرف فرمایا جاوے۔ اور جیسا حکم فرمایا جاوے ویسا عمل کروں فقط۔

تحقیق. ایک دفعہ جلدی کر کے اب تک پچتا رہے ہیں کبھی دوسری بار پھر نہ پچتانا پڑے۔ لہٰذا بیعت میں تعجیل (جلد بازی) مناسب نہیں۔ اچھی صورت یہ

[1] الامداد بابۃ ماہ رمضان ۱۳۳۵ھ تربیت السالک ۵۵

ہے کہ جس سے بیعت ہونے کا قصد ہو پہلے اس کے پاس مہینہ دومہینہ قیام کرلیا جاوے۔ جب ہر طرح قلب مطمئن ہوجاوے جب درخواست کی جاوے، اگر درخواست کے وقت دوسرے کا قلب بھی مطمئن ہوگا تو قبول کرلے گا۔اور اگر اس نے کچھ عذر کیا تو اور قیام کیا جاوے۔اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس طرح کرنے سے دوسرے کا انکار طویل نہ ہوگا۔ایسی بیعت کا لطف دیکھنے کے قابل ہوگا، باقی یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے کہ جس کو سنا اس کے پیچھے ہوئے[1]

غیر متبع شریعت پیر سے بیعت ہونا جائز نہیں اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرادے

حال: میری ہمشیرہ ایک بدعتی کے نکاح میں ہے مگر ان کے عقائد بفضلہٖ تعالیٰ بہت اچھے ہیں، مگر ان کا شوہر ان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ایک بدعتی سے بیعت کریں میرے بہنوئی خود بھی مجاور و پیرزادہ قوم کے ہیں۔اور یہ پیری عرس کرتے ہیں۔اور یہ میرے بہنوئی ان کے کشف کے متعلق بہت کچھ کرامات بیان کرتے ہیں میں نے یہ کہہ دیا کہ ان سے کہو کہ اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھادو تو بیعت کرلیں گے۔ سوانہوں نے وعدہ کرلیا ہے کہ دکھادیں گے۔اگر وہ دکھادیں تو کیا ان کی بیعت کرلینا جائز ہے کیا کوئی خلاف شرع شخص اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھادے تو اس سے بیعت جائز ہے، یا اس کے کامل ہونے کی دلیل ہے۔؟

الجواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلا دینا اگر شبہ تخیل سے قطع نظر کرلیجاوے کوئی مقبولیت کی دلیل نہیں وہ ایک قسم کا تصرف ہے۔ جب تک اصل معیار یعنی اتباع شریعت و برکت صحبت نہ دیکھا جاوے اس وقت تک بیعت جائز نہیں[2]

---

[1] الامداد بابۃ شوال ۳۵ھ، تربیت السالک ص ۵۷ [2] تربیت السالک ص ۱۵

جس پیر کے اکثر مرید بے نمازی ہوں وہ قابل بیعت نہیں

سوال: جس پیر کے مرید اکثر بلکہ قریب قریب کل بے نمازی ہوں کیا وہ شخص بیعت کی صلاحیت رکھتا ہے۔

جواب: صلاحیت نہیں رکھتا۔[1]

بیعت کی غرض اصلاح دین ہے

حال: حضور عالی سے بیعت فرمالینے کے بعد غلام کے گھر میں سے جن کا خلل جاتا رہا۔ اور سال بھر سے زاید کی تپ کافور ہوگئی۔ اب بالفعل نہ مریضہ کو شکایت ہے اور نہ بچہ پر کچھ اثر ہے غلام اخیر رمضان میں علیل ہوگیا بوجہ ضعف وعلالت اب تک محنت نہیں ہوئی ہے۔ جس سے ذکر سے جو قدر یکسوئی پیدا ہوئی تھی جاتی رہی اور وہ ذوق وشوق مٹ گیا، میری بڑی سالی کو اپنی بہن کی حالت سن کر کمال اشتیاق بیعت پیدا ہوا ہے۔ چونکہ ان کے میاں کے درمیان میں مناقشہ تھا اس لئے میں نے درستی اخلاق کی نصیحت کردی ہے۔ اور کہہ دیا ہے کہ اس کے بعد حضرت کو بیعت کے لئے لکھوں گا۔ اور ان کو جلدی ہے جیسا ارشاد ہو۔

تحقیق: صحت مرضیٰ[2] سے مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرماویں۔ اور ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھیں مگر ان کی بہن کو جو یہ قصہ دریافت کرکے اشتیاق بیعت ہوا یہ ان کی ناواقفی کی دلیل ہے۔ نہ یہ کوئی کمال ہے اور نہ اس کو باطن سے کچھ تعلق ہے اور نہ یہ خود بھی یقینی ہے کہ صحت میں بیعت کو کچھ دخل نہیں ہے۔ بیعت تو اصلاح دین کے لئے ہے، اس لئے ان کو اس باب میں حقیقت سے آگاہ کردیا جاوے۔ پھر ان کی جو رائے ہو۔ ذوق وشوق ویکسوئی یہ مقاصد نہیں کام شروع کیجئے۔ اور مقصود رضا کو سمجھئے۔[3]

---

[1] تربیت السالک ص ۳۸ [2] مریضوں [3] تربیت السالک ص ۳۸

ضرورت اتباع شیخ

حال: اب میں عجب معذوری کی حالت میں ہوں۔ اپنی بدقسمتی پر آنسو بہاتا رہتا ہوں کہ کوئی صورت بہتری کی نظر نہیں آتی۔ کمترین نے اپنے ایک دوست کے پاس جناب کی تصنیف کردہ ایک دو کتابیں دیکھیں، اور دل میں جناب کی تمام تصنیفات کے منگوا کر مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ بہشتی زیور حصہ اول ودوم وہفتم اور الاجتہاد اور تعلیم الدین تو پوری پڑھ چکا ہوں۔ قصد السبیل بھی آج ختم ہو چکی ہے، اصلاح الرسوم اور فروع الایمان زیر مطالعہ ہے ان کے مطالعہ سے طبیعت میں بہت کچھ اطمینان حاصل ہوا ہے لیکن بعض وقت پھر وہ ناامیدی ہو جاتی ہے لہٰذا عرض ہے کہ کوئی مناسب علاج تجویز فرمایا جاوے۔

تحقیق: کسی محقق صاحب حال وکمال سے تعلق راسخ کر کے اس کا اتباع کیا جاوے۔☆

جب تک کسی کے مطیع نہ بنیں گے کچھ حاصل نہ ہوگا

جب تک کسی ایک کو اپنا مطاع نہ بنائیں گے اور اس سے بالکل حجاب نہ اٹھائیں[1] گے اور اس کے سوا سب کو کالعدم[2] نہ سمجھ جائیں گے، کچھ نہیں ہوگا۔ میں ہمیشہ یہی کہتا ہوں۔ شاید مجمل[3] کہتا تھا۔ آج صاف صاف کہہ دیا باقی دو دل بودن بجز بے حاصلی نیست۔ بے تکلف بات یہ ہے کہ اگر اپنے حضرت مرشد مدظلہٗ سے پورا پورا اعتقاد ہے اور ان کو پوری شفقت ہے۔ تو ان سے حجاب توڑیئے اور سب سے منہ موڑیئے۔ اور اگر کسی جزو میں کمی ہے تو جس سے اطمینان ہو اس کی اطاعت کیجئے۔ اور مرشد صاحب کو صرف برکت کے لئے رکھیئے۔[4]

☆ تربیت السالک ص ۷۱ [1] یعنی اپنے سارے عیبوں کو ظاہر نہ کریں گے [2] کالعدم یعنی کچھ بھی نہیں [3] یعنی وضاحت کے بغیر [4] تربیت السالک ص ۴۰

شیخ سے حسن ظن کا نافع ہونا

حال: اس سے پہلے کے یعنی کل کے عریضہ میں میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ حضور والا نے جو حسبنا اللّٰہ کا پڑھنا بلا تعداد بتلایا ہے تو مجھے خیال ہی نہیں رہتا بہت ہی کمی کے ساتھ کبھی کبھی جب یاد آ جاتا ہے تو پڑھ لیتا ہوں۔ اور ہنوز[1] وہ عریضہ حضور کی خدمت میں نہ پہونچا ہوگا کہ آج ہی بلا اختیار خود بخود قلب سے حسبنا اللّٰہ جاری ہوگیا جس کی کہ زبان نے بھی شرکت کی۔ اب سوا اس کے کہ یہ حضور کی کرامت سمجھی جاوے اور کیا ہوسکتا ہے۔

تحقیق: آپ کو یہ حسن ظن نافع ہوگا خواہ وجہ کچھ ہی ہو۔[2]

سلسلہ امدادیہ کی امتیازی شان

حال: دیگر عرض یہ ہے کہ بعض اوقات حقوق العباد کے بارے میں قلب پر اس قسم کا بوجھ پڑتا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جان غم میں گھلی جاتی ہے جب تک کہ اس کا کچھ تدارک نہیں ہوتا۔ چین نہیں آتا۔

تحقیق. مبارک ہو یہی حالت موافقۃ للسنۃ[3] مابہ الامتیاز ہے سلسلہ امدادیہ کا اور علامت ہے اس کے قبول کی۔[4]

---

۱ ابھی ۲ الامداد بابۃ ماہ رجب ۳۶ھ تربیت السالک ۷۱
۳ یعنی سنت کے موافق ہونا امتیازی علامت ہے
۴ حصہ چہارم تربیت السالک ص ۷۶

اصول طریق جاننے کا مطلب

حال. آج ملفوظات حضرت کے نمبر ۱۲۰ میں دیکھا کہ بدون اصول طریق کے جانے ہوئے فقط ذکر پر قناعت کرنے سے جمعیت[1] حاصل نہیں ہوتی جس کے بغیر کوئی کام درست نہیں ہوتا۔

تحقیق. مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے سب اصول جان لے پھر ذکر شروع کرے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ کام کرتا رہے۔ اور حالات سے اطلاع دیتا رہے۔ اس اطلاع ہی کے ضمن میں اصول کی تعلیم ہو جاوے گی۔ اور جتنے اصول معلوم ہوتے جاویں ان کی پابندی ہوتی رہے۔[2]

شریعت وطریقت اور معرفت وحقیقت کی تعریف اور علم الیقین وعین الیقین کا فرق

سوال: ایک مختصر مضمون میں شریعت اور طریقت اور معرفت اور حقیقت کی حقیقت اور ان کا باہمی تعلق لکھ کر مرحمت فرمائیے۔

جواب: شریعت نام ہے مجموعہ احکام[3] تکلیفیہ کا اس میں اعمال ظاہری وباطنی سب آگئے۔ اور متقدمین کی اصطلاح میں لفظ فقہ کو اس کا مرادف[4] سمجھتے تھے جیسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے **"معرفة النفس مالها وما عليها"** پھر متاخرین کی اصطلاح میں شریعت کے جزو متعلق باعمال ظاہرہ کا نام فقہ ہو گیا۔ اور دوسرے جزو متعلق باعمال باطنہ کا نام تصوف ہو گیا۔ ان اعمال باطنی طریقوں کو طریقت کہتے ہیں۔ پھر ان اعمال باطن کی درستی سے قلب میں جو جلا وصفا پیدا ہوتا ہے حسنہ وسیۂ وحقائق الہیہ صفاتیہ وفعلیہ بالخصوص معاملات فیما بین اللہ وبین العبد

---

[1] یکسوئی [2] تربیت السالک ۲۷ [3] جن احکام کا آدمی کو مکلّف بنایا گیا ہے [4] برابر

منکشف ہوتے ہیں ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں اور انکشاف کو معرفت کہتے ہیں اور اس صاحب انکشاف کو محقق اور عارف کہتے ہیں۔ پس یہ سب امور متعلق شریعت کے ہی ہیں۔ اور عوام میں جو یہ شایع ہو گیا ہے کہ شریعت صرف جزو متعلق باحکام ظاہرہ کو کہنے لگے ہیں یہ اصطلاح کسی اہل علم سے منقول نہیں اور عوام سے اس کا منشا بھی صحیح نہیں کہ وہ اعتقاد تنافی ہے ظاہر اور باطن میں واللہ اعلم [1]

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ مقصود اعظم تو شریعت ہی ہے۔

فرمایا کہ خود ایک ہی چیز ہے یعنی شریعت، اس کے مقابل کوئی چیز نہیں جس کی وجہ سے اعظم کہا جائے جس کا حاصل عمل کا خالص کرنا ہے بس شیخ اسی کی تدابیر کی تعلیم کرتا ہے، ان تدابیر کا نام طریقت ہے، پھر اس برکت سے جو علوم منکشف ہوتے ہیں وہ حقیقت ہیں اور ان ہی کے حقائق میں سے بعض کے انکشاف کا نام معرفت ہے، باقی اور جو کچھ ہے مراقبہ مکاشفہ ذکر وشغل سب اسی مقصود کے معین اور متمم ہیں اور اصل وہی ایک چیز ہے (یعنی شریعت) اور یہ سب کرنے کے کام ہیں [2]

یقین کہتے ہیں اعتقاد جازم مطابق للواقع کو اگر ادراک کا صرف یہی مرتبہ ہے تو علم الیقین ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ غلبہ حال بھی ہو لیکن اس غلبہ میں مدرک کو غیر مدرک سے غیبت نہ ہو تو عین الیقین ہے اور اگر ایسا غلبہ ہے کہ غیر مدرک سے غیبت بھی ہے تو حق الیقین ہے۔ اسی کو کتب فن میں مختلف عنوان سے لکھا ہے۔ [3]

---

[1] تربیت السالک ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ ص ۱۱ [2] الافاضات الیومیہ ص ۵۳۲ قسط ۳ [3] ۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ ص ۱۱

باب۴

اپنی رائے سے علاج کرنے کی مذمت

سوال: ایک عرض یہ ہے کہ کوئی مراقبہ بہ نظر محفوظ رہنے کے گناہ سے[۱] ارشاد ہو کہ اللہ پاک اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماویں اور اس کی برکت سے وبرکت دعائے حضرت گناہوں سے محفوظ رہوں۔

جواب: کیا آپ ہی خود اپنے لئے طریق علاج بھی تجویز فرما سکتے ہیں افسوس جو میں نے علاج بتلایا یعنی ہمت اس کو ردی کردیا اور خود تجویز کیا تو آپ جب خود شیخ ہیں پھر دوسرے سے کیوں رجوع فرماتے ہیں۔

حال: ہدایت نامہ بجواب عریضہ عتاب آمیز ورود ہوا سخت نادم ہو کر امیدوار معافی کا ہے۔ براہ بزرگانہ معاف فرمایا جاوے۔ ہرگز نہ بندہ کو طریق علاج تجویز کرنے کا حق ہے۔ اور نہ خود شیخ ہے اور نہ ارشاد فرمودہ ماسبق یعنی ہمت کو احقر نے ردی کیا ہے، اور نہ کرسکتا ہے، بلکہ خدا کا شکر ہے کہ حضرت کے ارشاد کی وقعت دل میں بہت کچھ ہے اور خدا کرے کہ ایسا ہی رہے۔ آمین خلاصہ یہ کہ معاف فرمایا جاوے۔

تحقیق: معافی کو معافی ہی ہے۔ میں کچھ بدلا تھوڑا ہی لے رہا ہوں لیکن کیا غلطی پر مطلع بھی نہ کیا جاوے اور یہ پتہ اب بھی نہ دیا کہ اس علاج پر عمل بھی کیا یا نہیں فضول باتوں سے خط بھر دیا اس کا بھی افسوس ہے۔[۲]

---

۱ یعنی گناہوں سے محفوظ رہنے کا مراقبہ ۲ ربیع الاول ۳۴ھ حصہ چہارم تربیت السالک ص ۵۱

شیخ سے علاج کرانے اور اجازت لینے کا طریقہ

حال: میں نے پہلے عریضہ میں دلائل الخیرات اور ربنا آتنا الخ کے پڑھنے کی اجازت کے واسطے عرض کیا تھا صرف مقصود میرا یہ ہے کہ میری آخرت درست ہوجائے۔ بزرگوں کے ارشاد کے موافق جو کام کیا جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ برکت فرماتے ہیں۔ میں پڑھتا برابر رہتا ہوں کہ جو ثواب سے خالی نہیں ہے۔ لیکن ایک خود کسی نسخہ کو استعمال کرنا اور ایک حکیم کے فرمان کے بموجب اس پر عمل کرنا اس میں بہت بڑا فرق ہے۔

تحقیق: جو مصلحت آپ نے اجازت مانگنے میں لکھی ہے وہ ٹھیک ہے، مگر اس کا یہ طریق نہیں جو آپ نے تجویز کیا کہ نسخہ خود تجویز کیا اور طبیب سے اجازت مانگی جاتی ہے، بلکہ طریق اس کا یہ ہے کہ اپنی پوری حالت کسی معتقد فیہ[1] کے سامنے پیش کر کے اپنے کو اس کی تفویض[2] میں دیدیا جائے۔ جو نسخہ میرے لئے تجویز کیا جاویگا میں اس کا استعمال کروں گا۔ چونکہ ایسے مضمون کا آپ کا کوئی خط نہیں آیا لہذا میں کوئی متعین مشورہ نہیں دے سکتا ہوں، جب ایسا خط آئے گا انشاء اللہ مشورہ عرض کروں گا۔[3]

متعلقین پر عتاب کرنا مقتدیٰ کا منصب ہے

حال: احقر بفضل خدا ہنوز[1] اپنے وظیفہ میں سرگرم ہے۔ لیکن میرا حال مختلف قسم کا رہتا ہے کیا ہوجاتا ہے کہ اہل مکان کو شرع کے خلاف چلنے سے ان پر غضب ناک ہوجاتا ہوں تحمل[2] نہیں کرسکتا، یہاں تک کہ ایسی نوبت پہونچی کہ مکان والے سب مجھ پر خفا و ناراض ہوئے، حضرت والد صاحب بھی دلگیر ہیں، بلکہ مجھ کو دیوانہ سمجھ رکھا ہے۔ اور درحقیقت حال بھی دیوانوں کی طرح ہی ہوجاتا ہے۔ گاؤں میں بھی

---

[1] جس سے اعتقاد ہو [2] یعنی پورے طور پر اس کے حوالہ کردیا جائے [3] الامداد بابت ذیقعدہ ۳۵ھ تربیت السالک ص ۵۸

دشمن بہت ہیں کبھی دل میں یہ خیال آتا ہے کہ شاید کسی نے مجھ پر جادو کیا ہوگا کہ مربیوں کے ساتھ جنگ وجدال کرتا ہوں ان لوگوں کونہیں دیکھ سکتا۔ کبھی دل میں رحم بھی آجاتا ہے مگر مکان کے غیر جگہ میں حالت اچھی رہتی ہے۔ مکان جانے سے وہی حال ہوجاتا ہے۔ اس وقت پردیس میں اچھا حال ہے۔ مدرسہ میں پڑھانے سے بھی خوش رہتا ہے۔ مگر مدرسہ کا کام تلاوت قرآن ومناجات مقبول کے وقت کے بعد پورا کرتا ہوں۔ ذکر کے وقت اگر نہ کروں تو طلبہ کو اور وقت پڑھنے کا میسر نہیں ہوتا۔ پس کیا ذکر منفصل[۵] کرنے کی اجازت ہے۔ یعنی بعد تلاوت قرآن مناجات کے گھنٹہ دوگھنٹہ طلبہ کو پڑھا کے باقی وظیفہ جو چھ ہزار مرتبہ ذکر اللہ ہے ادا کروں۔

تحقیق: یہ منصب مربی[۴] اور مقتدیٰ کا ہے کہ اپنے متعلق پر عتاب کیا جاوے۔ آپ خود ابھی اپنے کام سے فارغ نہیں ہوئے، آپ کو کسی سے الجھنا مناسب نہیں۔ اگر مدرسہ میں دل مطمئن رہتا ہے تو مدرسہ ہی میں زیادہ رہا کیجئے۔ ذکر بلا اتصال بھی نافع ہوگا۔ الامداد شوال ۳۵ھ ص ۱۲۵ تربیت السالک ص ۵۷

ایک پریشان سالک کا خط

حال: بندہ کا حال بالفعل اس طرح گذرتا ہے کہ ایک شخص مولوی حسن علی صاحب نامی خلاف شرع یعنی برہنہ[۱] اور تارک صلوٰۃ اور دیوانہ نے بعض اوقات بندہ کے پاس آکر خلاف شرع امر تلقین کئے تھے لہذا بندہ پر بالفعل تین باتیں پوری طرح جاری ہوگئیں۔ اول یہ کہ بندہ کے چہرہ پر مثل ابر سیاہ[۲] وسفید کے ملا ہوا نمودار ہوتا ہے اس کی وجہ سے عجیب غریب باتیں دیکھتا ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ جس جگہ نظر کرتا ہوں یعنی اگر درخت وغیرہ کو دیکھتا ہوں تو مثل صورت انسان نظر آتے ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ ہر وقت بندہ کی نظر میں کلکلہ یعنی حقہ کے یا مثل کیڑوں کے یا مثل انسان کے

۱ ننگا ۲ کالے اور سفید بال ۳ مختلف وقتوں اور کئی مجلسوں میں ۴ شیخ ۵ غیر مسلسل کئی وقتوں میں

حاضر رہتے ہیں۔ یہ امور بالا بندہ سے کس طرح مندفع ہوں گے۔ بندہ نوازی فرما کر مطلع فرماویں اور ایک طبیب بھی مقرر کیا تھا اس کی وجہ سے مندفع[1] نہیں ہوا۔ زیادہ بندہ کے حق میں دعائے خیر فرمادیں۔

تحقیق. طبیبوں سے رجوع کرنے کا مشورہ عوارض جسمانی کی اصلاح کے لئے دیا تھا میں نے، لیکن عوارض نفسانی کہ ان میں سے اہم خیال کا فساد ہے۔ اس کے اصلاح کا طریقہ سوا عاقل و کامل کی صحبت کے نہیں ہے اگر اس جگہ میسر ہو اہتمام کریں ورنہ اگر ہمت اور وسعت ہو تو اس نواح[2] کی طرف سفر کریں کہ بفضلہٖ تعالیٰ مجمع عقلاء کملا[3] کا ہے۔ ورنہ خلوت اور تمام اشغال کو چھوڑ کر قرآن کی تلاوت اور بندہ کے مواعظ کا مطالعہ اور صحبت صلحاء خوش مزاج و ہم مذاق کی اختیار کریں اور اپنے حال سے پھر اطلاع دیں۔☆

اجازت وخلافت لینے کی کسی حال میں گنجائش نہیں

اہلیت بیعت واجازت کی شرط یہی ہے کہ اپنے کو اہل نہ سمجھے

حال: عرصے سے خواہش یہ تھی کہ چندے جناب کی خدمت میں رہ کر اپنی اصلاح باطنی کی کوشش کرتا، مگر پردہ غیب سے اب تک اس امید کا ظہور نہ ہوا۔ اور اہل وعیال کے خیالات و نیز کم مائگی مانع ہوتی ہے اور اس تحریر کی زیادہ ایک اور بھی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات بعض بعض اشخاص مجھ سے بیعت کے طالب ہوتے ہیں اور میرے ذریعہ سے سلسلہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں، میں ان کو جناب کی طرف اشارہ کرتا ہوں اس کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ ہم میں اتنی مقدرت[4] نہیں جو ہم وہاں جائیں اور مولانا صاحب تشریف فرما ہوتے ہیں تو بیعت نہیں کرتے اور اپنے پاس بلاتے ہیں۔ لہذا یہ آسان ہے کہ تمہارے ذریعہ سے ہم داخل سلسلہ تو ہو جائیں گے اور یہ صورت

[1] ختم [2] علاقہ واطراف [3] کاملین اور عقلمندوں ☆ تربیت السالک ص۴۹ [4] قدرت

بغیر اجازت کے ممکن نہیں۔ اور اجازت بغیر استعداد باطنی کے مشکل۔ آجکل خیالات اکثر لوگوں کے رسمی بیعت پر زیادہ رہا کرتے ہیں۔ یہ خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ خلاف شریعت والوں کے پھندوں میں پڑ کر ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں۔

تحقیق: اصلاح باطن اگر اس غرض سے کی جاوے کہ میں لوگوں کو بیعت کیا کروں گا۔ تو ایسے شخص کی اصلاح باطن ہی کبھی نہ ہوگی، کبر اس کا لازم حال رہے گا۔ اس سے توبہ کیجئے پھر اصلاح مفید ہوسکتی ہے، رہا لوگوں کے کسی کے ہاتھ میں پھنس جانے کے خیال سے اگر ہر شخص بیعت کی اجازت مانگنے لگے تو بعد چندے[2] پھر وہی مخذور[3] لازم آئے گا جس سے بچنے کے لئے یہ اجازت دی گئی تھی۔ اور اگر اہلیت شرط ہو تو سب سے اول شرط اہلیت کی یہ ہے کہ وہ شخص اپنے کو اہل نہ سمجھے۔ پس اجازت لینے کی کسی حال میں گنجائش نہ ہوئی۔ اخلاص پیدا کیجئے۔[1]

بڑے سے بڑے گناہ ہو جانے سے بھی بیعت فسخ نہیں ہوتی

حال: اس نا کارہ کا جہاز بحر کبائر میں[2] غرق ہو رہا ہے۔ یہ عاصی ذلیل ان دنوں بری حالت میں مبتلا ہوگیا ہے۔ یعنی چند بار مرتکب کبائر کا باوجود ہر بار توبہ کے ہوگیا ہے۔ سوانح حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ سے ارتکاب کبائر سے فسخ بیعت ہو جانا معلوم ہوا تو یہ مضمون دیکھ کر اور بھی سخت پریشان ہوں خاص توجہ وہمت اس ذلیل کے قلب کی طرف مبذول فرما کر اصلاح قلب فرما دیں اور خبر لیں۔

تحقیق: فسخ بیعت کا مضمون میرے نزدیک صحیح نہیں۔ اگر حضرت قدس سرہٗ سے منقول ہے تو ماؤل ہے فسخ برکات بیعت کے ساتھ، (یعنی اس کی یہ تاویل کریں گے کہ فسخ بیعت سے مراد برکات کا ختم ہو جانا ہے) اور اگر غیر کا ہے تو حجت نہیں، جو کام آپ کے کرنے کا ہو میں اس میں کیا خبر لوں۔[3]

---

[1] تربیت السالک ص۴۲ [2] بڑے بڑے گناہ [3] تربیت السالک ص۳۹

ہر شخص کی تربیت اس کی استعداد کے موافق ہوتی ہے

حال: افسوس دل کسی کام کا نہیں رہا۔ قویٰ[1] مضمحل[2] ہو چکے۔ سیاہ سفید ہونے کو آئے مگر دل اسی طرح تیرہ و تاریک، اعمال میں غفلت ہے۔ اور طبعی فطری آزادی سونے پر سہاگہ کا کام دے رہی ہے۔ طبیعت ابتداء سے شورش پسند واقع ہوئی ہے۔ نیک حالت ہو یا بد سب میں شورش کا امتزاج ہے۔ زمانہ پیری کا اگرچہ قریب آ لگا ہے مگر حضرت جنون کی وحشت انگیز شورش روبہ ترقی ہے۔ کبھی کبھی ویسے ہی یا وعظ میں رقت ہوتی ہے، آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں، مگر اسی وقت یہ خیال آتا ہے کہ رونے دھونے سے کچھ نہیں ہوتا۔

تحقیق: ہر شخص کی تربیت اس کی استعداد کے موافق ہوتی ہے اس کیفیت سے آپ کی تربیت ہو رہی ہے۔ خدا کا شکر کیجئے اور منتظر وہب[3] رہئے۔

حال: ان سب مرقومہ بالا احوال میں البتہ یہ بات باقی رہ گئی ہے کہ آپ سے دلبستگی[4] ہے اور آپ کی صورت دیکھنے سے نشاط سکون اور اطمینان ہوتا ہے۔

تحقیق: هذا[5] مفتاح السعادت و مصباح الهداية انشاء الله تعالیٰ ۔[6]

علاج میں اپنی طرف سے آسانی درخواست کرنا بے ادبی ہے

سوال: احقر بعارضہ ضعف دماغ علیل[7] ہے تلاوت و ذکر موقوف ہے۔ اللہ پاک کی یاد کرنے اور خصوص ذکر و تلاوت کے کرنے کو طبیعت بے حد چاہتی ہے ہمیشہ خیال ہوتا ہے کہ عمر بہت کم رہی ہے۔ قرب الٰہی کے طریقے حاصل کر کے عاقبت کی فکر کریں رضائے الٰہی حاصل ہو نجات کا سامان جمع کریں۔ کوئی آسان یا دقیق طریقہ جس سے دماغی محنت نہ ہو مطلع فرما دیں۔ آیندہ ہمیشہ مفصل معمولات و حالات پابندی سے لکھا کروں گا۔ بچند وجوہ اب لکھ نہیں سکتا۔

---

[1] اعضاء [2] کمزور [3] حق تعالیٰ کی عنایت کا انتظار کیجئے [4] قلبی تعلق [5] یہ بختی کی کنجی اور ہدایت کا چراغ ہے۔
[6] تربیت السالک ص ۵۰ [7] بیمار

جواب: افسوس آپ نے بھی کوئی کام کی بات نہیں لکھی۔ یہ خوب فرمائش کی ہے کہ کوئی آسان یا دقیق طریقہ جس میں دماغی محنت نہ ہو بتلایا جاوے تو کیا آپ کا یہ گمان ہے کہ آسان طریقہ کے ہوتے ہوئے اہل طریق بندگان خدا پر مصیبت ڈالتے ہیں۔ اگر یہ گمان ہے تو ایسوں سے پوچھنا ہی لاحاصل ہے۔ اور اگر یہ گمان نہیں ہے تو اس فرمائش کے کیا معنی؟ اس جہل کا علاج اور نیز طریقہ کی تعیین بدون پاس رہے ممکن نہیں آگے آپ کو اختیار ہے، اگر احقر سے آپ کی تسلی نہ ہو تو آپ کو خوشی سے اجازت ہے کہ جس شیخ سے چاہیں رجوع کریں، مگر خدا کے لئے وہ شیخ النار[1] نہ ہوں شیخ النور[2] ہوں۔ امید ہے کہ آئندہ کوئی فضول مضمون آپ کی طرف سے نہ آئے گا۔ ضروری خدمت سے عذر نہیں۔[3]

سالک کے لئے اپنے حالات کی اطلاع اور ہدایات کی اتباع ضروری ہے

حال: اب خاکسار کے دل میں یہ بات جمی ہے کہ جب تک روحی قوت نہیں ہوتی جب تک نیک عمل ہونا دشوار ہے اس کی تدبیر فرمادیں۔

تحقیق: جو لکھا ہے یہی تدبیر ہے، طالب کو صرف حالات کی اطلاع اور تعلیمات کا اتباع ضروری ہے ایسی درخواستیں کہ فی الواقع رائے دینا ہے نہ چاہئے۔[4]

---

[1] دوزخ میں لے جانے والے شیخ [2] جنت میں لے جانے والے شیخ

[3] الامداد بابۃ ماہ رجب تربیت السالک ص ۷۱ [4] تربیت السالک ص ۸۳

نفس کا محاسبہ اور شیخ کو اس کی اطلاع

حال: نفس کو قطع محبت کیلئے خادم کا خیال ہے کہ ایسا کرے روزانہ اپنے حالات ادائیگی نماز پنج وقت جماعت یا بے جماعت ۔ وقت پر یا قضا۔ وظیفہ چھ سو مرتبہ کلمہ شریف کا بعد نماز عشا چھ رکعت قبل از وتر عشاء قلمبند کرتا ہوں، تین چار یوم بعد خدمت حضوری میں ارسال کر دیا کروں۔ آہستہ آہستہ نفس پر سختی کرتا جاؤں، نفس خود بخود عادی ہوتا جائے گا۔ میرا اس سے یہ مطلب نہیں کہ ناحق حضور کا وقت لوں۔ فقط چند سطور ہوا کریں گی، نفس شرارت سے باز آجاویگا، بخوف احتساب[1] اور محتسب[2] بھی حضور سا، گو مریض کو کوئی حق نہیں ہے کہ طبیب کو رائے دے۔ مریض کا دل اکثر چیزوں کو چاہا کرتا ہے طبیب کو اختیار ہے جو چاہے سو کرے، جیسا چاہے حکم دے، میں نے ڈرتے ڈرتے یہ گزارش کیا ہے چند روز سے ایسا گزارش کرنے کا ارادہ تھا طبیعت کورو کتا رہا، آخر لاچار گزارش کرنا ہی پڑا، اگر خلاف مزاج عالی ہو تو متنبہ فرمادیں۔

جواب. بہت مبارک ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ نافع ہوگا۔[3]

طالب کو خستہ حالی بھی شیخ سے ظاہر کرنی چاہئے

حال. اپنی احالت ظاہر کرنے کو اکثر جی چاہتا ہے مگر پھر ساتھ ہی یہ خیال آجاتا ہے کہ ان خرفات کو کیا عرض کروں جب کہ مجھ سے ہوتا تو کچھ بھی نہیں۔ اس لئے عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے ۔

تحقیق. ضرور ظاہر کرنا چاہئے[4]

---

[1] باز پرس سوال و جواب [2] باز پرس کرنیوالا [3] الامداد ماہ ربیع الاول ۳۶ء تربیت السالک ص ۶۸
[4] تربیت السالک ص ۳۹

شیخ کو اپنے حالات کی اطلاع ضروری ہے

حال: اس نالائق غلام سے ایک بہت بڑی خطا یہ ہوئی ہے کہ جب سے حاضر خدمت ہوا ہے صرف ایک مرتبہ اپنا حال خدمت عالی میں عرض کیا ہے، اس خطا کی نہایت ادب سے معافی چاہتا ہوں، اور آیندہ کیلئے عہد کرتا ہوں کہ حالات سے جلد جلد اطلاع دیتا رہوں گا، حضور والا کے کرم سے امید قوی معافی کی ہے، آیندہ ایسی خطا نہ ہوگی۔

تحقیق: ہاں اطلاع کرتے رہنا بے حد نافع ہے۔[1]

حال. اپنا حال آج کل یہ ہے کہ کوئی حال نہیں۔

تحقیق: اس کی اطلاع بھی نافع ہے بعض اوقات اس میں بھی کوئی بات ہوتی ہے۔[2]

تکمیل کی علامت

حال. آج تین دن سے میرے دل کے اندر کسی طرح کا تردد اور[1] پریشانی معلوم نہیں ہوتی، بلکہ ہر وقت اطمینان ہے۔

تحقیق. یہ علامت تکمیل کی ہے، مبارک ہو۔[3]

---

[1] الامداد ربیع الاول ۳۶ھ تربیت السالک ص ۶۹ [2] تربیت السالک ص ۵۵

[3] تربیت السالک ص ۴۱

باب ۵

شیخ کامل کی صحبت کی برکت

حال: حضرت کی خدمت بابرکت میں آنے سے پہلے کسی کے لئے دل میں بغض تھا، کسی کے لئے محبت تھی جب کبھی ان لوگوں سے کوئی یاد آتا تھا کسی کے لئے دل میں محبت معلوم ہوتی تھی، کسی کے لئے بغض معلوم ہوتا تھا، اب دل میں ان باتوں کا پتہ ہی نہیں، جب کبھی یاد آتا ہے جیسا کہ اور عام لوگ یاد آتے ہیں ویسا ہی معلوم ہوتا ہے، غرض دل میں اس وقت خدا تعالیٰ کی یاد اور محبت کے سوائے اور کچھ نہیں پاتا ہوں۔ یوں معلوم ہوتا ہے دل میں جتنی جگہ ہے سب کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور محبت نے گھیر لیا ہے۔

تحقیق: مبارک ہو۔[۱]

گناہوں سے نفرت پیدا ہونے کا طریقہ بزرگوں کی صحبت ہے

حال: میری حالت کچھ عرصہ سے بہت خراب ہوگئی ہے خدمت اقدس میں پیش کرتا ہوں اگر چہ شرم مانع ہے لیکن طبیب سے چھپانا سخت مضر ہے، میرے بعض اوقات وظائف وغیرہ کے مقرر تھے، وہ ترک ہوگئے اور طبیعت معصیت کی جانب مائل اور جن بری باتوں سے مجھے تنفر تھا[۲] اب ان سے تنفر نہیں پاتا ہوں، میرے واسطے دعا فرمایئے اور کوئی وظیفہ تعلیم فرمایئے گا کہ خدا اس کی برکت سے میرا نقصان دفع فرمادیں۔

تحقیق: یہ باتیں دور سے نہیں ہوا کرتیں چند روز یہاں رہنا چاہئے، مگر جب آنے کا خیال ہو اول تعین وقت میں مجھ سے مشورہ کرلیا جاوے۔[۳]

---

۱ تربیت السالک ص۸۴ ۲ نفرت ۳ تربیت السالک ص۳۹

نیکوں اور بزرگوں کی صحبت کا فائدہ

حال. یا جو تدبیر حضور ارشاد فرمائیں عمل کروں۔ اپنے خیال سے میں نے بظاہر یہ تدبیر کر رکھی ہے کہ اپنے ہم خیال حضرات سے بکثرت ملتا ہوں۔ بلکہ سب سے زیادہ کثرت سے ۔۔۔۔۔۔۔۔ ملتا رہتا ہوں۔ اور وہاں پہونچ کر کسی قدر تشفی بھی ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ اکثر اوقات نیک ذکر اچھی باتیں فرماتے رہتے ہیں۔ زیادہ تر آنجناب کی تصنیفات کا زیادہ شغل رہتا ہے۔ دوسرے یہ کہ دعوات عبدیت کے حصے مطالعہ میں بکثرت رکھتا ہوں۔ یہ تدبیریں مسکن[1] ضرور ہوتی ہیں۔ یعنی تسکین تو ہوتی ہے، لیکن بہت کم اب جو ارشاد حضور ہوگا عمل کروں گا۔

تحقیق. ہاں یہ بہت اچھا معمول ہے لیکن خواجہ صاحب سے یا کسی اپنے ہم مشرب سے تنہائی میں ملئے، جب مجمع زیادہ ہو جاوے اٹھ جایئے۔

راقم عارض ہے کہ اتفاق سے میرا کانپور جانا ہو گیا، اور یہ سب جواب میں نے زبانی کہہ دیئے جو بہت نافع ہوئے۔[2]

صحبت شیخ نافع ہے گو کام تھوڑا ہو

حال: تخمینا بیس روز سے ایسی طبیعت کمزور ہے کہ معتد بہ محنت نہیں ہو سکتی۔ اتفاق سے میرے تمام مشاغل دینی و دنیوی سب کے سب دماغی ہیں۔ اس لئے معدہ و دماغ دونوں میں فتور محسوس ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات تکلیف ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے عریضہ روانہ کرنے میں عرصہ مدید ہو گیا۔ (یعنی تاخیر ہو گئی) خصوصاً ایسے وقت میں کہ بجائے حال کے بدحالی ہو رہی ہے۔ تاہم بالکل ترک نہیں کیا۔ غالباً تھانہ بھون برسات قریب الختم ہوگی۔ سرما کا موسم بھی شروع ہو گیا ہوگا۔ اس لئے تقاضائے طبیعت ہے کہ رخصت لے کر حاضر ہوں۔ مگر وہاں حاضر ہونے کے

---

[1] تسلی بخش سکون بخش [2] تربیت السالک ص ۵۰

بعد تو محنت ہی محنت ہے۔ اس لئے خیال ہوتا ہے کہ شاید برداشت نہ ہو سکے۔ غرض حالت یہ ہے کہ **اقدم رجلا واؤ خر**[1] **اخریٰ** کا معاملہ ہے، اب آئندہ جیسی حضرت کی رائے عالی ہو سمعا وطاعۃ عمل کروں گا بظاہر اسباب میری حاضری میں کوئی مانع نہیں ہیں۔

تحقیق: دلگیر[2] نہ ہونا چاہئے ایسے عوارض[3] سب کو پیش آتے ہیں جن سے انشاءاللہ تعالیٰ کچھ ضرر[4] نہیں۔ **المعذور**[5] **ماجور لامازور** ۔ضعف دماغ کو مانع تشریف آوری نہ قرار دیا جائے۔ اگر کام بھی زیادہ نہ کیا جاوے پاس رہنا بھی نافع ہے بنفع معتد بہ[6] ☆

صحبت شیخ کا اشتیاق و مکاتبت بھی قائم مقام صحبت کے ہے

حال: بہت جی چاہتا ہے کہ شرف ملازمت وصحبت حاصل کروں مگر مشاغل عدیدہ[7] مہلت نہیں دیتے۔

تحقیق: یہ اشتیاق بھی نفع میں قریب قریب پاس ہونے کے ہی ہے۔ خصوص جبکہ مکاتبت بھی رہے۔ ۲☆

---

[1] یعنی پس وپیش میں ہوں ایک قدم آگے بڑھاتا ہوں تو دوسرا پیچھے ہٹاتا ہوں، [2] غمگین رنجیدہ، [3] مجبوریاں [4] نقصان [5] معذور آدمی مستحق اجر وثواب ہوتا ہے نہ کہ مستحق عذاب [6] قابل اعتبار نفع۔

☆ تربیت السالک ص ٦٧ ۲☆ تربیت السالک ص ۵۲

شیخ سے جسمانی دوری کے باوجود روحانی قرب بھی نافع ہے

حال: میں ایک غریب شخص ہوں حضور کی تصانیف کے مطالعہ سے اشتیاق دیدار کا ہوا، خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کے دیدار سے مشرف کردیا اور میرے حق میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے جو بہتری ہونے والی ہے حضور کی ذات وبرکات سے وہ بھی ہوجائے گی، اللہ سے امید قوی ہے۔ اور آپ کے شفقت کے بھروسے اب میں ارادہ مکان جانے کا رکھتا ہوں، پھر حضور کی خدمت میں آنے کی توقع نہیں۔ کیونکہ راہ خرچ آمدورفت کا چھتیس روپے ہے، علاوہ اس کے خوراک، اس خیال سے دل پر ناامیدی چھاجاتی ہے حضور میرے حق میں جو بہتر ہو تجویز کریں۔

تحقیق: دوری جسمانی مضر نہیں اور قرب روحانی اس طرح رہتی ہے کہ ہمیشہ اطلاع حالات باتباع تعلیمات کا التزام رکھا جاوے[1]۔

حضرت تھانویؒ کے مواعظ دیکھنے کی اہمیت

بزرگوں کے حالات وملفوظات کا مطالعہ بھی صحبت شیخ کے قائم مقام ہے

حال. احقر تاہنوز موضع بہادر گنج میں درس تدریس میں مشغول ہے، نفس کی کشش خرافات کی جانب اور روح کی کشش حسنات کی جانب ہے۔ اس کشاکش میں اوقات عزیز گزرتے ہیں ہر وقت یہ دل چاہتا ہے کہ کوئی ایسی صورت نکل آتی کہ نفس بالکل مغلوب ہوجاتا۔ ذکر الٰہی سے غفلت نہ ہوتی قلب میں وسعت کی صورت دکھائی دیتی مگر اس کے لئے غالباً صحبت شیخ کی ضرورت ہے، اور ادھر نفقہ کا وجوب اس امر سے مانع ہے کہ کسی کی خدمت میں جا پڑوں، اس کے لئے کیا تدبیر ہے۔

---

[1] تربیۃ السالک ص ۷۶

تحقیق: ایسی حالت میں بزرگوں کے حالات ومقالات[1] کے مطالعہ کا التزام بھی انشاءاللہ تعالیٰ بجائے صحبت شیخ کے نافع وکافی ہے۔ اگر میرے مواعظ برابر مطالعہ میں رہیں انشاءاللہ تعالیٰ یہ سب شکایات دور ہوجائیں گی ☆

شیخ سے قرب وبعد میں فرق

حال. ایک عجیب بات اس وقت عرض کرتا ہوں کہ جب تک میں حضرت کی خدمت سے دور رہتا ہوں اکثر یہی حال جوش وغیرہ کا رہتا ہے اور جہاں سامنے گیا بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے جلتی آگ پر پانی کا چھینٹا ڈالدیا۔ وہاں جاکر لذت تو بے حد رہتی ہے مگر یہ جوش وخروش طبیعت میں نہیں رہتا، نہ معلوم کیا بات ہے

تحقیق:. بعد میں شوق کا غلبہ ہوتا ہے قرب میں انس کا **وھذا ھو مقتضی سلامة الفطرة وقدیکون[2] خلافه بعارض۔** ☆☆

شیخ کی محبت اس طریق میں بہت نافع ہے

حال: تب ہی سے قلب کی گرانی جاتی رہی کل سے حضور والا کی محبت کا بیحد غلبہ ہے، دل چاہتا ہے کہ حضور پر سے اپنی جان قربان کردوں اور میرے بدن سے کھال اتار کر اگر اس کا جوتہ بنا کر حضور کے پائے مبارک میں پہنا دیا جائے تو دل ٹھنڈا ہو۔ اب اپنے عشق ومحبت کو حضرت کی طرف نسبت کرنے کو دل چاہتا ہے۔ یعنی اپنے کو عاشق کہوں اور حضرت کے اتباع کو باعث رضاء خداوندی سمجھتا ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ تمام اقوال وافعال اور حرکات وسکنات میرے حضور والا کے مطابق ہوجائیں۔ اور قلب میرا حضور کے قلب کے مشابہ ہوجائے، تا کہ میں وہی باتیں پسند کروں جو حضور کو پسند ہوں۔

تحقیق: یہ محبت طریق میں بے حد نافع ہے۔[3]

---

[1] ملفوظات [2] فطرت مسلمہ کا تقاضا یہی ہے، کسی عارض کی وجہ سے کبھی اس کے خلاف ہوجاتا ہے۔
[3] الامدابابۃ ماہ ربیع الثانی ۳۶ھ تربیت السالک ص ۶۹ ☆ تربیت السالک ص ۴۶ ☆☆ تربیت السالک ۷۳

محبت شیخ کلید کامیابی ہے

حال: معمولات تو بفضلہٖ تعالیٰ جاری ہیں۔الحمدللہ کسی روز ناغہ بھی نہیں ہوتے۔ ڈیڑھ دو بجے اٹھ جاتا ہوں اسی وقت سے برابر صبح تک مشغولی رہتی ہے بعض روز عجیب حال ہوتا ہے کہ معلوم بھی نہیں ہوتا کہ یہ سب معمولات بیداری میں کئے گئے ہیں یا بحالت نوم ادا ہوئے ، کچھ خبر نہیں ہوتی جس کا رنج وافسوس برابر رہتا ہے، اور استغفار کرتا ہوں اور کیا عرض کروں نہ کوئی حال ہے، اور نہ کوئی کیفیت ہے، اس وجہ سے عریضہ لکھتے ہوئے شرم بھی آتی ہے، اگر کوئی چیز ذریعہ نجات سمجھتا ہوں تو وہ یہ ہے کہ خدام والا کی محبت اپنے دل میں بے حد پاتا ہوں جس کے سامنے اپنے تمام عزیزوں کی محبت کی کوئی حقیقت نہیں۔حتیٰ کہ اب اپنے والدین کی محبت سے بھی بدرجہا زائد پاتا ہوں۔اسی کو مدار نجات اور مفتاح سعادت یقین کرتا ہوں۔اور کیا عرض کروں۔احقر کے لئے دعا فرمائی جائے۔

تحقیق: آپ کہتے ہیں کہ کوئی حالت اور کیفیت نہیں، ڈیڑھ بجے رات سے صبح تک مشغول رہنا اس کے سامنے کیفیت اور حال کیا چیز ہے۔بعض تواضع جحود[1] نعمت ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا شکر کیجئے۔استقامت اور برکت کی دعا کیجئے۔اور کام میں لگے رہئے حالات سے اطلاع دیتے رہئے گو وہ حالات آپ کے نزدیک قابل اطلاع نہ ہوں۔اور جو بے خبری کی حالت لکھی ہے، اگر وہ نیند کا غلبہ ہے، تب تو وہ امر طبعی ہے نہ محمود نہ مذموم۔اور اگر نیند کا غلبہ نہیں ہے تو یہ ربودگی آثار ذکر سے ہے جو محمود ہے، گو مقصود نہیں اور جو محبت کا تذکرہ لکھا ہے حقیقت میں یہ شرط طریق ہے۔اور اعون فی الوصول[2] گو اس محبت کا متعلق[3] اس کا اہل نہ ہو مگر محبّ[4] کو اس کے اعتقاد کی بناء پر بے حد نفع ہوتا ہے۔☆

[1] نعمت کا انکار اور ناشکری [2] منزل مقصود تک پہنچانے میں بہت مفید ہے [3] جس سے تعلق قائم کیا جاتا ہے [4] محبت کرنے والا ☆الامداد بابۃ صفر ۱۳۳۶ھ تربیت السالک ص ۶۶

اپنے شیخ کے متعلق کیا اعتقاد ہونا چاہئے

حال: ایک بات یہ بھی ہے کہ دنیا میں کسی سے دین کے متعلق استفادہ کا خیال نہیں ہوتا۔ یہ دل میں یقین ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہیں حضور ہی ہیں حالانکہ بزرگ دنیا میں بہت ہوں گے مگر نہیں معلوم دل کسی کا معتقد فضیلت نہیں ہوتا۔ اور دوسرے سے فیض پہونچنے کے خیال کی بابت تو اس قدر نفرت ہے، جیسے شرک وکفر سے نفرت ہو۔ کسی بزرگ کو حضور کے مقابلہ میں بزرگ سمجھنا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کفر کا خیال کرنا اگر بزرگوں کی نسبت ایسا خیال برا ہے تو حضور میرے اصلاح قلب کے لئے دعا فرمائیں۔

تحقیق:۔ شدت محبت میں ایسے مبالغہ سے انسان معذور ہے۔ اور اصل صرف اس قدر ہے کہ اپنے شیخ کی نسبت ایسا سمجھے کہ مجھ کو میری کوشش سے اس سے زیادہ نفع پہنچانے والا میسر نہ ہوگا۔ باقی بزرگی کی کمی زیادتی یہ اللہ کو معلوم ہے۔ بس اس اعتقاد میں کوئی غبار نہیں۔[1]

دوسرا خط

حال:۔ بحمداللہ تعالیٰ میرے دل سے سارے اشکال بوجہ احسن جاتے رہے اب اگر کوئی نقص مجھ میں ہے تو بنظر ناقص یہ ایک خدشہ وخرخشہ ہے کہ جب میں پڑھنے کو اوراد بیٹھتا ہوں تو فوراً یہ خیال وو ہم آموجود ہوتا ہے کہ تیرا کوئی راہ نما و پیشوا کہ جس سے تجھ کو تعلق نسبت حاصل ہوتا، وہ نہیں تو کب فائز المرام[2] ہوسکتا ہے، یہ خیال اس قدر ترقی کر جاتا ہے کہ سارے وظیفہ کو حاوی ہو جاتا ہے۔ اور پھر بعد کو وظیفہ پڑھ کر اس ذلیل خیال پر سخت پشیمان ورنجیدہ ہوتا ہوں۔ لیکن یہ نہیں جاتا پر نہیں جاتا۔ اسی خیال نے اب تو نماز میں بھی اپنا قدم آجمایا ہے مجھ کو اس حالت پر اکثر اوقات ایسا غصہ آجاتا ہے کہ چاقو یا چھری کوئی لے کر اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالوں، لیکن اس

---
[1] الامداد ۳۵ھ تربیت السالک ص ۵۵ [2] مقصد میں کامیاب

حالت میں اپنے کو کبھی نہ دیکھوں، للہ اس کا کوئی مفید علاج فرمائیے، اگر سلسلہ میں منسلک فرمالیں تو شاید بے حد مفید ہو۔ جیسا حکم ہوتا بعدار ہوں۔☆

تحقیق :. اشکال جاتے رہنے سے مسرت ہوئی۔ آپ کو جدید وہم غالب ہوا ہے کہ جب تجھ کو کسی سے تعلق نسبت نہیں تو تو کب فائز المرام ہوسکتا ہے۔ تعلق سے مراد مطلق ہے، یا تعلق خاص؟ اگر مطلق تعلق ہے تو اس کے انتفا[1] کا حکم غلط ہے۔ کیونکہ تعلیم و تلقین کی خدمت کرنے والا آپ کے لئے ایک شخص موجود ہے، اور اگر تعلق خاص مراد ہے تو اس پر فوز مرام[2] کے موقوف ہونے کا حکم غلط ہے کیونکہ ہر حکم کے لئے ایک دلیل صحیحہ کی ضرورت ہے سو آپ کے پاس اگر کوئی صحیح دلیل ہے تو پیش کیجئے۔ اور اگر نہیں ہے تو محض حکم وہمی ہے اس کو آپ غلط سمجھیں اس پر بھی اگر اس خیال کا ہجوم[3] ہو تو وہ ہجوم طبعی ہے۔ جو باطن کو ذرا بھی مضر نہیں۔ جیسے فرض کیجئے کسی مرض جسمی کا ہجوم ہو جاتا جس سے اطبا جواب دے دیتے تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں ایسا شخص فائز المرام[4] نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ اس کا التزام کرلیں تو نصوص شرعیہ کا یہ حکم کہ مریض زیادہ مورد[5] رحمت ہے۔ کہاں جاوے گا۔ اس میں بار بار غور کیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ مرض جاتا رہے گا۔ آپ اپنی رائے پر چلنے سے ہمیشہ پریشان رہے اور اب بھی آپ کی آنکھیں نہیں کھلیں۔ اگر آپ کو اپنی خیر مطلوب ہے تو اپنی رائے سے بالکل کام نہ لیجئے۔ اپنے ذمہ اس سے زیادہ کوئی کام نہ سمجھئے کہ جس سے اعتقاد ہو اس کو اپنے حالات کی اطلاع کرتے رہئے، اور وہ جو رائے دے اس کا اتباع کرتے رہئے، اور اپنے نفس کو ناکامی پر راضی کر دیجئے، اگر یہ نہ کیا جاوے گا، آپ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکیں گے۔ آخر خط میں اپنا علاج آپ نے خود تجویز کیا ہے کہ اگر سلسلہ میں داخل کرلیں تو شاید مفید ہو تو آپ مثل اس مریض کے ہیں کہ طبیب کے نسخہ لکھنے کے بعد ایک نسخہ خود لکھ کر طبیب کو دکھلاتے ہیں کہ شاید یہ نسخہ زیادہ مفید ہو۔ (الامداد ماہ ربیع الاول تربیت السالک ص ۶۸)

[1] نہ ہونے کا [2] مقاصد میں کامیابی [3] غلبہ اور کثرت [4] کامیاب [5] مستحق ☆ تربیت السالک ص ۶۷

باب ٦

اتباع شیخ کے معنی

سوال۔ حضرت کی خدمت میں نہایت ادب سے اتنا عرض کرتا ہوں خدا کے واسطے صرف بارہ تسبیح کے ذکر کی خواہ جہر سے یا اخفا کے ساتھ مقررہ تعداد کی اجازت مرحمت فرما دیجئے۔ میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ ایسی جگہ ذکر کروں گا کہ کسی شخص کو اطلاع نہ ہوگی، اور دل میں چلتے پھرتے ذکر خفی ہی جاری رکھوں گا۔ اگر حضور والا اجازت مرحمت نہ فرماویں گے تب بھی میں راضی ہوں چونکہ بہت دل بیقرار ہے اس لئے عرض کر دیا۔ آئندہ جو حضور کی مرضی ہو وہی درست ہے مریض کا دل تو بد پرہیزیوں کو چاہا ہی کرتا ہے۔ لیکن طبیب اگر منظور کرے تو مریض کی موت ہی آجائے۔

جواب۔ جزاک اللہ اتباع کے یہی معنی ہیں اور یہی اتباع مفتاحِ نجاح[1] وفلاح ہے۔ باقی میں آپ کو دوبارہ تمام کارخانہ کے افتتاح کی اجازت دے چکا ہوں☆

اتباع شیخ کے حدود

تمہید

از مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی

اتباع شیخ کا مسئلہ تصوف وسلوک کے مہمات مسائل میں ہے، اگلے اور پچھلے سارے مشائخ اور ائمہ فن اس پر زور دیتے اور اس کی تاکید کرتے چلے آئے ہیں۔ عام ذہنوں میں اس کی تعبیر یوں ہے کہ شیخ نائب رسول ہوتا ہے اور اس لئے مطاع مطلق

[1] کامیابی کی کنجی ☆تربیت السالک ص۔۴۷

جس کا ہر قول، ہر فعل مرید کے لئے بمنزلہ حکم، اس کی کسی رائے، کسی قول، کسی فعل میں مرید کے لئے گفتگو کی گنجائش نہیں، نصوص صوفیہ کا ظاہر بھی اسی خیال کی تائید میں، لیکن یہ عقیدہ اس صورت میں شریعت وعقل دونوں کے معارض ہے، شرعاً بعد انبیاء معصومین کے کوئی بزرگ کیسا ہی کامل ہو، معصوم وغیر خاطی بہر حال نہیں، مشاہدہ بھی یہی ہے کہ تجربہ کی، عمل کی، علم کی، لغزشوں اور کوتاہیوں سے یکسر محفوظ کوئی بھی بشر نہیں، زلات اور خطاء اجتہادی سے صحابہ تک خالی نہیں چہ جائیکہ دوسرے بزرگ جوان سے بہر صورت کمتر ہیں ایسوں کا اقتدا مطلق کیونکر واجب ہوسکتا ہے، چندروز ہوئے یہی شبہات ایک مفصل مکتوب کی صورت میں، حضرت مولانا تھانوی کی خدمت میں پیش کئے گئے جو اپنی تدقیقات باطنی ومعالجہ امراض نفسی کے لحاظ سے اپنے وقت کے امام غزالیؒ ہیں۔ مولانا مدظلہٗ کا جواب اس درجہ شافی، مفصل، اور مسئلہ کے تمام اطراف وجوانب کو حاوی ہے کہ ''سچ''[1] کی برادری تک اسے نہ پہنچانا ایک صریح بخل معلوم ہوا، مولانا نے از راہ کرم اجازت اشاعت بھی مرحمت فرمادی۔ مکتوب مذکور فخر ومسرت کے ساتھ درج ذیل ہے۔ انشاء اللہ اس سے بہتوں کی الجھن اور طریق کی طرف سے وحشت وبیگانگی رفع ہوجائے گی[2]

---

[1] ماہانہ رسالہ کا نام [2] حکیم الامت نقوش وتاثرات ص ۳۰۸

رسالہ: الاعتدال فی متابعة الرجال[1]

شیخ کی اتباع کامل میں شرک فی النبوۃ کا شبہ اوراس کا تفصیلی جواب

سوال: شیخ کے اتباع کامل کے متعلق جناب نے اس والا نامہ میں بھی ارشادفرمایا (اس سے پہلے کا ایک خط مراد ہے)اوراس کے علاوہ بارہا زبان مبارک سے بھی سنااور دوسرے بزرگوں کے ہاں بھی اس کی تاکید دیکھی لیکن اپنے نفس کی شرارت سمجھی جائے یا جو کچھ بھی پوری تشفی جیسی اور بیسیوں مسائل میں زبان مبارک سے سننے کے بعد ہو چکی ہے اس مسئلہ میں نہیں ہوئی شبہ اتباع میں نہیں، اتباع کامل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ دل یہی کہنے لگتا ہے کہ یہ صورت تو شرک فی النبوت کی سی ہوگئی آنکھ بند کر کے اتباع کے قابل تو صرف انبیاء کے ہی اقوال وافعال ہوسکتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ خلفائے راشدین کے۔ باقی اور کوئی صاحب کیسے ہی بزرگ ہوں بہرحال معصوم نہیں۔ رائے میں بھی غلطی کریں گے اور عمل میں بھی بس فرق یہ ہے کہ ہم دن رات انہیں غلط کاریوں میں غرق رہتے ہیں ان سے ان کا صدور کم تر ہوتا ہے ہم ہزار بار غیبت کریں گے وہ ایک بار، ہم سے ادائے حقوق خالق ومخلوق میں کوتاہی بیشمار بار ہوتی ہے ان سے کبھی کبھی، لیکن یہ کسی کامل سے کامل غیر معصوم کے لئے کیسے فرض کرلیا جائے کہ اس کے نہ تجربہ میں غلطی ہوتی ہے نہ علم میں نہ عمل میں، میرے دل کو بس سب سے زیادہ حضرت سیداحمد صاحب کا وہ قول لگتا ہے جو جناب ہی کی زبان سے میں نے سنا ہے کہ مولانا شہیدؒ جب ان سے کسی مسئلہ میں گفتگو کرتے کرتے خلاف ادب سمجھ کر

---

[1] ماخوذ از تربیت السالک ص۱۲اج ۳۔ باب اول

درمیان میں رک گئے تو حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ تو شرک فی النبوت ہے بس یہ تعلیم میرے دل میں اتر گئی ہے۔ نیز مولانا گنگوہیؒ کا معاملہ ہفت مسئلہ کے متعلق، اعتقاد کامل واعتماد کامل جس شے کا نام ہے وہ زندہ بزرگوں سے کیا معنی سابق بزرگوں تک سے بھی نہیں پیدا ہوتا یہاں تک کہ حضرت مولانا رومیؒ سے بھی جن کی مثنوی کا باوجود اپنی نافہمی کے عاشق ہوں۔ حاشا کلّا یہ مراد نہیں کہ اپنے کو اور بزرگوں کو ایک درجہ میں رکھتا ہوں۔ معاذ اللہ۔ ذرہ اور آفتاب کی نسبت کیا۔ لیکن یہ حق کہ اس کا ہر قول ہر عمل واجب الاتباع ہو صرف رسول کا سمجھتا ہوں۔ اور بہت کھینچ تان کر صدیق وفاروقؓ وعثمان وحیدر کا بھی۔

ایک سوال متعین طور پر اور کر لینے کی اجازت چاہتا ہوں دوسرے بزرگوں کا مرتبہ حضرات صحابہؓ سے تو بہر حال کمتر ہے۔ اب جب بعض صحابہؓ کی اجتہادی غلطیاں (مثلاً حضرت علیؓ کے مقابلہ میں قتال) نیز بعض صحابہ کی عملی لغزشیں (مثلاً حضرت ماعزؓ کی مشہور لغزش اور حضرت وحشیؓ کی شراب نوشی) مسلم ہیں تو خود یہ حضرات صحابہؓ اتباع کامل کے حقدار نہ ٹھہرے چہ جائیکہ جو حضرات ان سے مسلم طور پر کمتر ہیں۔[1]

جواب

از حکیم الامت حضرت تھانویؒ

شیخ کی اتباع کامل کے معنی

مکرمی سلمہٗ السلام علیکم۔

غالباً میرے کل معروضات اس کے متعلق ذہن میں جمع اس لئے نہیں رہے کہ شاید ایک جلسہ میں مجتمعاً[2] بیان نہیں کئے گئے۔ اب اس کا مخلص مجموعاً عرض کرتا

---

[1] تربیت السالک ص ۱۲ ج ۳ [2] ایک ساتھ

ہوں۔ یہ اتباع نہ عقائد میں ہے نہ کشفیات ہیں نہ جمیع مسائل میں نہ امور معاشیہ میں، صرف طرق تربیت وتشخیص امراض وتجویز تدابیر، اوران مسائل میں ہے جن کا تعلق اصلاح تربیت باطنی سے ہے وہ بھی اس وقت تک جب تک کہ ان کا جواز مرید وشیخ کے درمیان متفق علیہ ہو۔

اور اگر اختلاف ہو تو شیخ سے مناظرہ کرنا خلاف طریق ہے۔ اور امتثال امر خلاف شریعت ہے[۲] ایسی صورت میں ادب جامع بین الادبین[۳] یہ ہے کہ علماء سے استفتاء کر کے، یا اپنی تحقیق سے حکم متعین کر کے شیخ کو اطلاع کرے کہ میں فلاں عمل کو جائز نہیں سمجھتا اور ہمارے سلسلہ میں اس کی تعلیم ہے، مجھ کو کیا کرنا چاہئے۔ اس پر اگر شیخ پھر بھی وہی حکم دے تو اس شیخ کو چھوڑ دینا چاہئے اور اگر وہ ترک کی اجازت دے تو یہ بھی اس کی متابعت ہے۔ یہ معنی ہیں اتباع کامل کے یعنی جو مرض نفسانی اس نے تجویز کیا ہو، یا جو تدبیر اس نے تجویز کی ہو، یا جو عمل مشروع جس کا مشروع ہونا شیخ ومرید میں متفق علیہ ہو، تجویز کیا ہوان چیزوں میں اتباع کامل کرے، ذرا بھی اپنی رائے کو دخل نہ دے اور باقی امور میں اتباع مراد نہیں۔ امید ہے کہ سب شبہات کا جواب ہو گیا ہوگا۔ اگر کوئی جزو باقی ہو تو تعیین وتصریح کے ساتھ تحریر فرمائیے۔

خلاصہ مبحث کا اس باب میں یہ ہے کہ اتباع کا محل معلوم نہ ہونے سے یہ سب شبہات پیدا ہوئے۔ میں اس کا محل وقیود وحیثیت متعین کئے دیتا ہوں۔ سو محل تو اس کا صرف شیخ کی تعلیمات قولیہ میں جن کا تعلق تربیت واصلاح باطن سے ہے اور قید اس کی یہ ہے کہ وہ فعل جس کی تعلیم کی جارہی ہے، شرعاً جائز ہو جس کا جواز طالب کے

---

۲ مختلف فیہ ہونے کے معنی ہی ہیں کہ شیخ تو اسے جائز سمجھ رہا ہے اور مرید اپنی بصیرت کے موافق شرعاً ناجائز۔ ایسی صورت میں مولانا فرماتے ہیں کہ شیخ سے مناظرہ کرنا تو خلاف آداب طریقت ہے اور اپنی ذہانت کے خلاف شیخ کا اتباع کر لینا ایک فعل ناجائز کا، خلاف شریعت کا ارتکاب کرنا ہے (سچ)

۳ یعنی آداب طریقت واحترام شریعت (سچ)

اعتقاد میں بھی ہو، اور حیثیت اس کی شیخ کا مصلح ہونا ہے۔ یعنی مصلح ہونے کی حیثیت سے صرف تعلیمات سلوک میں اس کے اقوال پر عمل شرط نفع ہے۔ اب ان قیود کے فوائد احتراز یہ بتلاتا ہوں،

''تعلیمات قولیہ'' کی قید سے خود شیخ کے افعال بھی نکل گئے، خواہ وہ افعال طالب کے اعتقاد میں جائز ہوں جیسے شیخ پانچ سو رکعات نفل روزانہ پڑھتا ہو یا صوم داؤدی۲ ہمیشہ رکھتا ہو۔ اس میں اتباع ضروری نہیں، اور خواہ وہ افعال طالب کے اعتقاد میں جائز نہ ہوں، خواہ مختلف فیہ ہونے کے سبب، جیسے شیخ فاتحہ خلف الامام پڑھتا ہو، اور طالب اس کو مکروہ جانتا ہو، خواہ شیخ غلطی سے کسی فعل ناجائز میں مبتلا ہو، جیسے غیبت کرتا ہے۔ اس میں اتباع جائز بھی نہیں۔

اور اسی قید سے شیخ کے کشفیات نکل گئے، خصوص جب کہ طالب کا کشف اس کے خلاف ہو۔ اسی طرح سے جمیع مسائل اصولیہ وفرعیہ جن کا تعلق تربیت سے نہیں، خارج ہو گئے۔ البتہ ان میں جو امور شرعاً بھی ضروری ہیں، وہ لازم العمل ہیں، گو شیخ بھی نہ کہے۔ اور اگر شیخ حکم دے، تو یہ حکم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی حیثیت سے ہوگا۔ مصلح ہونے کی حیثیت سے نہ ہوگا اور ان میں خلاف کرنا شریعت کی مخالفت ہوگی نہ کہ شیخ کی مخالفت۔ البتہ شریعت کی بنا پر شیخ ایسے طالب سے قطع تعلق کر سکتا ہے۔ اور یہ قطع تعلق شیخ کے ساتھ خاص نہیں ہر مسلمان کو اس کا حق حاصل ہے۔ اس کا تعلق مسئلہ متابعت شیخ سے کچھ نہیں۔

اسی طرح اس قید سے امور معاشیہ نکل گئے مثلاً شیخ کسی طالب سے یہ کہے کہ تم اپنی لڑکی کا رشتہ میرے لڑکے سے یا کسی اور سے کر دو یہ بھی متابعت کا محل نہیں اور قید جواز کا فائدہ یہ ہے کہ جس چیز کی تعلیم کرتا ہے وہ اگر شرعاً ناجائز ہو اس میں اتباع جائز بھی نہیں، خواہ اجماعاً ناجائز ہو جیسے کوئی معصیت خواہ ناجائز اختلافاً ہو، جیسے مسائل

۱نہ کہ شیخ کی پوری زندگی (بچ) ۲ ایک دن ناغہ کر کے برابر روزہ رکھنا (بچ)

مختلف فیہا کی کوئی خاص شق، جو طالب کے اعتقاد میں جائز نہیں۔ اور اس تقریر میں ضمناً حیثیت کا فائدہ بھی مذکور ہو گیا اب اس کے متعلق سب سوال حل ہو گئے۔ سو یہ تو طے ہو گیا کہ بعض امور ہی محل متابعت نہیں جن میں بعض میں تو متابعت واجب نہیں جیسے امور معاشیہ اور بعض میں جائز بھی نہیں خواہ ان کا عدم جواز متفق علیہ ہو جیسے معاصی، خواہ مختلف فیہ ہو جیسے مسائل اختلافیہ جو طالب کے اعتقاد میں جائز نہیں۔

اب یہ بات باقی رہی کہ جو امور محل متابعت نہیں ان میں اگر شیخ حکم دے تو اگر وہ شرعاً جائز اور طالب کی قدرت میں ہیں تو مروت کا مقتضا یہ ہے کہ ان میں متابعت کرے، جیسے شیخ اپنا کوئی ذاتی کام یا کوئی خاص خدمت کرنے کی فرمایش کرے اور اگر وہ شرعاً ناجائز ہے خواہ وہ واقع میں بھی خواہ اس کے اعتقاد میں بھی، ادب سے عذر کر دے اور اگر وہ اصرار کرے تو اس سے قطع تعلق کر دے مگر گستاخی وایذا کا معاملہ کبھی نہ کرے۔

یہ تو اس وقت ہے جب وہ خلاف شرع کا حکم دے، اور اگر طالب کو ایسا حکم نہ دے مگر خود کسی لغزش میں مبتلا ہو تو اگر اس میں تاویل کی گنجائش ہے تو تاویل کرے اور اس سے قطع تعلق نہ کرے۔ اور اگر تاویل کی گنجائش نہیں تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر احیاناً اس کا صدور ہو جاتا ہو تو بشریت واحتمال توبہ پر محمول کر کے تعلق قطع نہ کرے، اور اگر اصرار یعنی اعتیاد ہے تو اگر وہ صغیرہ ہے تو قطع تعلق نہ کر دے، اور جو کبیرہ اور فسق وفجور یا ظلم وخیانت کے درجہ میں ہے تو تعلق قطع کر دے۔ مگر ان سب حالات میں اس کے لئے دعائے صلاحیت کرتا رہے کہ حقوق احسان میں سے ہے۔ ارادہ تھا خلاصہ کو مختصر لکھنے کا، مگر وہ اصل سے بھی زیادہ مبسوط ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

اس وقت بے ساختہ ذہن میں آیا کہ اس تحریر کا ایک لقب تجویز کر دیا جائے الاعتدال فی متابعة الرجال۔ ۹ شعبان ۵۲ھ

خلاصہ کلام

اگر شیخ تم کو کسی ایسی بات کا امر کرے جو تمہارے خیال میں بظاہر خلاف شرع ہے مگر اس کا خلاف شرع ہونا منصوص نہیں نہ مصرح ہے بلکہ اس میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور شیخ کامل متبع شریعت ہے تو ایسے اجتہادی مسائل میں بات بات پر شیخ سے بدظن نہ ہو بلکہ یوں سمجھو کہ گو ہم کو یہ امر خلاف شرع معلوم ہوتا ہے مگر شیخ خود بھی تو محقق اور متبع شریعت ہے اس کی فہم ہماری فہم سے عالی ہے اور مسئلہ اجتہادی ہے منصوص نہیں تو ممکن ہے اس کے نزدیک شرعاً اس میں گنجائش ہو مگر یہ صورت وہاں ہو سکتی ہے جہاں پہلے شیخ کا محقق و متبع شریعت ہونا تجربہ اور جانچ سے اچھی طرح معلوم ہو چکا ہو۔

اسی لئے اہل طریق کی وصیت ہے کہ اول طلبِ شیخ میں پوری احتیاط لازم ہے پھر جب تفتیش و تجربہ سے اس کا متبع شریعت و محقق ہونا ثابت ہو گیا تو اب اجتہادی مسائل میں بات بات پر اس سے بدظن نہ ہو۔

البتہ اگر بیعت کے بعد اس سے کوئی ایسی بات دیکھی جائے جو کہ صراحۃً خلاف شرع ہو، جس میں اجتہاد کی بالکل مجال نہ ہو تو اس کے متعلق تین قسم کا معاملہ کرنے والے لوگ ہیں، بعض تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ خلاف اصولِ طریقت ہے اور بعض اس کے فعل میں بھی تاویل کر لیتے ہیں اور اگر وہ ان کو بھی اس فعل کا امر کرے تو اس کا ارتکاب بھی کر لیتے ہیں اور یہ خلاف طریقت بھی ہے اور خلاف شریعت بھی۔

اور سب میں اچھا تیسری قسم کا معاملہ کرنے والا شخص ہے وہ یہ کہ اگر اس کو امر نہ کرے تو بدظن نہ ہو اور اس کے فعل میں یقیناً یا ابہاماً تاویل کر لے اور اگر تاویل پر قدرت نہ ہو تو سمجھ لے کہ شیخ کے لئے عصمت لازم نہیں آخر وہ بھی بشر ہے اور بشر سے کبھی غلطی ہو جانا ممکن ہے اور اگر اس کو بھی امر کرے تو اتباع نہ کرے بلکہ ادب سے عذر کر دے اگر وہ اس عذر کو قبول کر لے اور پھر اس کو مجبور نہ کرے تو اس شیخ کو نہ چھوڑے اور اگر وہ اس عذر پر

مرید سے خفا ہوجائے تو سمجھ لے کہ یہ شیخ کامل نہیں اس کو چھوڑ کر دوسرے کے یہاں چلا جائے اوراس دوسرے سے جا کر صاف کہہ دے کہ میں پہلے وہاں بیعت تھا اوراس وجہ سے الگ ہوا اگر وہ بھی یہ سن کر ناخوش ہوتو اس کو بھی چھوڑ دے اوراگر ناخوش نہ ہوتو اس سے تعلق پیدا کرے مگر اس حالت میں بھی پہلے شیخ کے ساتھ گستاخی نہ کرے کیونکہ اس طریق کا مدارادب پر ہے۔اور جب اس کو پہلے شیخ سے تعلق رہ چکا ہے اوراس کو طریق کا وسیلہ بنا چکا ہے تو طریق کا ادب یہ ہے کہ اس کے ادب کا ہمیشہ لحاظ رکھے۔

اوراگر کوئی شیخ اس کو قبول نہ کرے یا اور کوئی شیخ ہی نہ ملے تو اب اس کو چاہئے کہ قرابادین طریق (یعنی تصوف کی معتبر کتابوں) کا مطالعہ کرے جیسے اکسیر ہدایت اور احیاء العلوم وغیرہ وغیرہ اور بزرگان سلف کے تذکرے اور ملفوظات کا مطالعہ کرے اور ان کو دیکھ کر عمل شروع کرے انشاءاللہ تعالیٰ محروم نہ رہے گا۔[1]

مولانا عبدالماجد صاحب کا خط اور حضرت تھانویؒ کا جواب

مضمون: ’’گرامی نامہ مسئلہ اتباع شیخ پر تو اس قدر شافی اور اتنا جامع موصول ہوا کہ میں تو پڑھ کر اچھل پڑا، دل بے اختیار یہ چاہتا تھا کہ سامنے ہوتا تو لکھنے والے کی انگلیاں اپنے ہونٹوں اور آنکھوں سے لگاتا۔سبحان اللہ۔ **ذالک فضل الله یوتیه من یشاء** گو ساتھ ہی یہ خیال کر کے ندامت بھی ہوئی کہ میرے باعث اتنا طویل مضمون لکھنے کا تعب برداشت کرنا پڑا۔

جواب: مجھ کو تو آپ کی خوشی سے خوشی ہوئی۔رہا تعب،اول تو ہوا نہیں، پھر بہ ضرورت دینیہ ہوا۔پھر آپ نے بدلہ تو کر دیا کیونکہ اچھلنے سے بھی تعب ہوتا ہے۔

مضمون: اس تشریح وتوضیح کے بعد اب نفس مسئلہ تو صاف ہوگیا۔اب سوال صرف تعامل کا رہا عمل اس کے مطابق کیوں نہیں ہوتا۔جہاں تک دیکھا اور سنا عمل

---

[1] ارضاء الحق ملحقہ تسلیم ورضا ص ۶۱،۶۲

اس کے خلاف ہی ہر جگہ پایا، ایک حاجی صاحبؒ کے ہاں عمل تو البتہ اسی تعلیم کے مطابق سننے میں آیا ہے۔

جواب: اس کا سہل جواب تو یہ ہے کہ اہل تعامل اس کے ذمہ دار ہیں اور تبرع کے درجہ میں جواب یہ ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں یا تو ان کو حدود کا علم نہیں اور یا محبت وعظمت سے مغلوب ہیں۔

مضمون: اب اجازت چاہتا ہوں کہ کوئی مصلحت اگر مانع نہ ہو تو مقالہ گرامی کو اپنی تمہید کے ساتھ سچ میں شائع کر دوں۔ انشاءاللہ بہت نافع ہوگا۔

جواب: خوشی سے آپ کا ہم رائے ہوں، مگر تمہید میں مبالغہ نہ ہو۔ اگر اول میں دیکھ لوں تو احتیاط کی بات ہے۔

مضمون: تمہید کی عبارت حسب ارشاد والا ملاحظہ کے لئے ملفوف ہے۔

جواب: بہت مناسب ہے بجز غزالی وقت وغیرہ الفاظ کے۔

(اس عریضہ میں ایک خاص بات یہ تھی کہ ایک شبہہ جو خود حضرت کی ذات پر بہ حیثیت شیخ کے پیدا ہو رہا تھا، اس کو بھی حضرت کی خدمت میں نقل کر دیا گیا تھا۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں اس نامہ سیاہ کے حدود حضرت کے عام مریدین، معتقدین مسترشدین سے بالکل الگ ہو جاتے ہیں۔ یہ حضرات ایسی چیزیں زبان پر لانا ہی دوسروں کی نیابت وترجمانی میں بھی سوء ادب میں داخل سمجھتے تھے۔ یہ عاجز ایک غیر معصوم بزرگ پر خود ایسے شبہات کے ایراد میں کوئی مضایقہ نہیں پاتا، چہ جائیکہ دوسروں کی ترجمانی میں بہرحال مکتوب کا یہ جزو اور اس کا جواب دونوں ہی ملاحظہ ہوں)

مضمون: ''سچ میں جناب کا مقالہ " **الاعتدال فی متابعة الرجال**" پڑھ کر متعدد اشخاص نے مجھے زبانی بھی مبارکباد دی اور خطوط بھی آئے۔ ایک صاحب کا خط ایک خاص قسم کا آیا۔ وہ جواب کے طالب مجھ سے ہیں لیکن میں تو جناب والا کی رہنمائی کے بغیر انہیں کچھ نہیں لکھ سکتا ''حل این نکتہ ہم از روئے نگار آخر شد'' کے مصداق ان

کے مکتوب کے بیشتر حصہ کی نقل خدمت والا میں کئے دیتا ہوں۔

''حضرت مولانائے محترم کا مضمون نہایت شوق سے پڑھا۔ الحمد للہ دل سے بے ساختہ دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی عمر اور دل و دماغ میں بہت بہت وسعت اور برکت دیں اور مسلمانوں کو ان کے ملفوظات وافادات سے مستفید ہونے کی توفیق، آمین ثم آمین۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت کو اللہ نے عجیب وغریب جامعیت عطا فرمائی ہے برکف جام شریعت یہ مولان ہی کی شان ہے۔ شریعت اور طریقت دونوں کا سررشتہ کہیں بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ اور دونوں کے واجبی احترام میں ذرا بھی فرق نہ آنے پائے۔ اس معاملہ میں ناظرین سچ کی طرف سے زیادہ شکریہ کے مستحق آپ ہیں کہ آپ کے حسن سعی سے حضرت مولانا کے اس عالمانہ وحکیمانہ افادہ اور فنی تحقیق سے ہم سب مستفید ہوئے، کئی بار پڑھ چکا ہوں اور پھر پڑھنے کا جی چاہتا ہے۔

لیکن حضرت ایک خلش ابھی باقی رہ گئی جو اگر دور ہوسکتی ہے تو آپ ہی کی وساطت اور توجہ سے ڈرتے ڈرتے عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ خود حضرت مولانا کا طرز عمل اپنی اس تعلیم سے مختلف کیوں نظر آتا ہے آپ کے علم ومشاہدہ میں متعدد واقعات ایسے ہوں گے کہ ادنیٰ سے اختلاف پر مولانا سخت ناخوش ہوگئے اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ یہ انقباض اور تکدر محض طبعی رہا بلکہ اس کا اثر تعلقات تربیت پر پڑا۔ ایک آدھ مثال میرے علم میں ایسی ہے کہ حضرت نے ایک صاحب علم وفضل اور غایت درجہ معتقد سے محض اتنی بات پر قطع تعلق فرمادیا کہ ان میں ایک اجتہادی فرعی مسئلہ بلکہ اس کے ایک جزئیہ میں دیانۃً مولانا سے اختلاف تھا۔ ایسے واقعات کی کیا توجیہ کی جائے۔ اگر میری ہی سمجھ کا پھیر ہو تو از راہ شفقت وکرم آپ مجھے تفصیل سے سمجھادیں''۔

تفصیلی جواب تو ان صاحب کو میں خود انشاء اللہ دے لوں گا میری امداد صرف اجمالی نکات سے فرمادی جائے۔

جواب

اصل میں تو میرا مذاق ایسے سوالات کا جواب دینے کا نہیں کیونکہ اپنی ذات کے متعلق جواب دینا مرادف ہے کہ ہم اس نقص سے بری ہیں۔ سو ایسا دعویٰ کرنا خود فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ کے خلاف ہے۔ اس لئے ان کو اتنا ہی جواب کافی ہے مگر آپ پر کشف واقعہ کی غرض سے اتنا جواب کافی اور دے سکتا ہوں کہ گول بات کا جواب ہو نہیں سکتا، نہ مجھ کو کوئی واقعہ ایسا یاد، اگر ان سے اس صاحب علم وفضل کا نام اور اس اجتہادی فرعی مسئلہ کی تعیین اور نوعیت اختلاف کی تحقیق فرما لیجئے اور مجھ کو یاد بھی آجاوے تو بے تکلف عرض کردوں گا خواہ ان کی غلطی ہو خواہ میری غلطی ہو۔

اشرف علی

مرید کو شیخ سے مناظرانہ انداز کی گفتگو نہ کرنا چاہئے

مولانا عبدالماجد صاحب کو حضرت اقدس تھانویؒ کا خیرخواہانہ مشورہ

چونکہ آپ سے دوسرا تعلق بھی ہے جس کا درجہ اور حکم اوپر مریض اور طبیب کی مثال میں منقح ہوا ہے اور اساس اس تعلق کا نصح محض وخلوص محبت ہے اس لئے ضرورت کے سبب مطلع کرتا ہوں کہ یوں تو آپ کی طبیعت میں پہلے ہی سے عنوان خطاب میں آزادی وبیباکی وخشکی ہے جو میرے مذاق کے خلاف ہے مگر اس اختلاف کو اختلاف فطری پر محمول کر کے بھی اثر نہیں لیا اور جواب میں اپنے مذاق کے موافق حدود ادب کی رعایت رکھی جو آپ کے ذمہ تھی اور میرے ذمہ نہ تھی مگر تعلقات پر نظر کر کے حقوق ادا کئے لیکن چند روز سے میں اندازہ کرتا ہوں کہ یہ صفت جس کو آپ صفائی کہہ سکتے ہیں بڑھ گئی اور بڑھتی جاتی ہے جس کا سبب میرے نزدیک تاریخ کا مطالعہ ہے اور اس پر وثوق جس سے علاوہ آزادی کے ایک رنگ وعویٰ کا بھی پیدا ہوگیا اور یہ سمجھنا میرا ذوق ہے اور اگر یہ میرا ذوق صحیح نہیں تو اس

خیال کا منشا میرا افساد مذاق یا اختلاف مذاق ہوسکتا ہے بہر حال دونوں کے مذاق میں اختلاف بعید ہو گیا اور یہ مانع ہے ان فوائد سے جو مقصود ہیں اس تعلق سے اس لئے خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ اگر ان تحقیقات کی خدمت مجھ سے لی جاوے تو تعلق اصلاح کسی اور جگہ پیدا کیا جاوے پھر آپ کے سوالات کو ایسی نظر سے دیکھوں گا جیسے عام اہل علم سے مکاتبت ہوتی ہے اور انقباض بالکل نہ ہو گا، اور بجائے رعایت ادب کے ضابطہ بھی برتوں گا اور اگر اس تعلق کے ابقا کو مصلحت سمجھا جاوے تو ان تحقیقات کو جس میں مناظرہ کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے بالکل حذف کیا جاوے، یہ دونوں متضاد ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے۔[1]

---

[1] النور، شعبان رمضان شوال ۱۳۵۲ھ تربیت السالک ص ۱۶ ج ۳

ضمیمہ رسالہ الاعتدال فی متابعۃ الرجال

ایک اور صاحب نے تحریر فرمایا تعلیم الدین میں ایک مقام پر ہے کہ شیخ کے خلاف شرع افعال پر بھی نکتہ چینی نہ کرے اور اس کے استشھاد میں مثنوی سے حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا واقعہ نقل کیا گیا ہے مگر یہ خدشہ سے خالی نہیں اول تو اس لئے کہ حضرت خضر نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ وَمَا فَعَلْتُه، عَنْ اَمْرِی یہاں شیخ کے خلافِ شریعت فعل پر شیخ کے پاس کوئی سند نہیں، دوم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض وہ افعال جو صحابہؓ کو قابل اعتراض معلوم ہوئے اس پر انہوں نے اعتراض کیا اور آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا اور بعض وقت قبول فرمالیا مثلاً بدر میں ابو حذیفہؓ کا یہ اعتراض کہ آپ نے اپنے بھائی اور چچا کے قتل کو منع کردیا اور ہمارے باپ بھائی کے قتل کا حکم فرمادیا اس لئے ہم تو ضرور آپ کے بھائی اور چچا کو بھی قتل کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے باپ بھائی تو خود باعث جنگ ہیں اور میرے بھائی اور چچا جبر واکراہ سے لائے گئے ہیں۔ یا حضرت فاروق نے کلمہ لاالہٰ الااللہ کی بشارت کو قبل از وقت بتایا اور آپ نے بھی قبول فرمالیا کہ **دعھم یعملون** غزوہ حنین میں بعض نوجوان انصار نے مولفہ قلوب کو زیادہ حصہ دینے پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ اونٹ بکری اپنے گھر لے جائیں گے اور تم لوگ رسول اللہ کو اپنے گھر لے جاؤ گے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال پر تو یہ بھی کہا جاسکتا تھا کہ آپ کا ہر فعل شریعت ہے مگر اس پر بھی اسلام کے عدل ظاہری و تعلیم اعمال کے آپ کے جو افعال (خلاف عدل) معلوم ہوئے صحابہ نے اعتراض کیا اور آپ نے بلا نکیر جواب مرحمت فرمایا اور کوئی نص بھی اس قسم کے اعتراضات وسوالات کی مانع وارد نہیں ہوئی۔ اگر وارد بھی ہوئی تو یہ وارد ہوئی کہ ”وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ“ جس میں معلم و متعلم کو یکساں تلقین حق کا اختیار دیا گیا ہے، میرے یہاں مسجد میں قبل عشا تعلیم الدین کا درس ہوتا ہے اس میں مجھے خود یہ اشکال پیدا ہوا ہے۔

حضرت اقدس تھانویؒ کا جواب

تعلیم الدین کی پوری عبارت میں خود جواب ہے اور استدلال نقلی تبرع ہے جس میں وجہ جامع یہ ہے کہ اس قصہ میں ترک سوال کی شرط ٹھہر گئی تھی اور شیخ وطالب میں بھی دلالۃ یہی شرط ہوتی ہے ''**کما سیتضح من مثال المریض و الطبیب**'' ورنہ مسئلہ عقلی ہے، شیخ وطالب کا تعلق معالج ومریض کا سا ہے اس کے نسخہ پر یا اس کی بد پرہیزی پر اعتراض کا اثر طبعی دیکھ لیا جاوے کیا ہے؟ قطع تعلق معالجہ۔ اگر معالج پر شبہ ہو اس کا ترک جائز ہے، اعتراض جائز نہیں۔ اور واقعات نبویہ پر قیاس صحیح نہیں کیونکہ وہاں ترک وتبدیل جائز نہ تھی اس لئے سب شبہات وہاں ہی پیش کئے جاتے تھے اور یہی جواب ہے نکیر علی الخلفاء کا کہ ان کا ترک بھی جائز نہ تھا اگر ان سے شبہات رفع نہ کریں تو کیا کریں۔ اتنا فرق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف استفسار ہوتا تھا گو کبھی بصورت مشورہ ہو کبھی بصورت شبہ۔ اور خلفاء پر نکیر بھی ہوتا تھا کیونکہ اگر نکیر نہ کریں اور ان کی اصلاح نہ ہو تو فساد عظیم برپا ہو جس کا ضرر رسائل تک بھی متعدی ہوتا ہے، بہر حال وہاں یہ ضرورت تھی اور شیوخ کا ترک وتبدیل سب جائز ہے اس لئے ان کو مکدر کرنا ایسا ہے جیسے معالج کو مکدر کرنا یہ فرق بہت ہی موٹا ہے اس سے سب سوالات کا جواب ہو گیا۔[1]

معمولات وعادات میں شیخ کی اتباع کرنے کا حکم

حال: اور شیخ کی وہ عادتیں جو طبعی ہیں اس میں اگر مرید اتباع کرے تو باعث اجر ہے یا نہیں۔

تحقیق: اجر کی کوئی وجہ نہیں۔

[1] تربیت السالک ص۳۴ ج ۱۳ النور شعبان رمضان ۱۳۵۲ھ

حال: اور مفید ہے یا نہیں۔

تحقیق: بلاواسطہ تو مفید نہیں اور بواسطہ مفید ہے، کہ موثر ہے محبت میں یا اثر ہے محبت کا اور محبت کا مفید ہونا ظاہر ہے۔

حال: . اور شرعاً کچھ مخالفت تو نہیں۔

تحقیق: مخالفت کی بھی کوئی وجہ نہیں، البتہ اس میں ایسا انہماک کہ دوسری ضروریات میں مخل ہو مضر ہے۔

حال: اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابری کرنے کا شبہ تو نہیں ہوتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرکات سکنات میں اتباع کرنے میں اجر ہے اور صحابہ بوجہ محبت عادات طبعیہ میں بھی کرتے تھے۔

تحقیق: اوپر اجر کی نفی لکھی گئی اب شبہ نہیں رہا۔

حال: خلاصہ یہ ہے کہ میری طبیعت بھی چاہتی ہے کہ جیسے آپ چلتے ہیں ویسے چلوں اور جیسے آپ گردن مبارک کو بائیں طرف کبھی کبھی سینہ کی طرف جھکا دیتے ہیں اسی طرح جھکاؤں۔ اور جیسے آپ ڈاڑھی آدھی پھاڑ کر رومال سے پوچھتے ہیں پوچھوں۔ اور نماز سے فارغ ہو کر جب حضرت منھ پھیر کر بیٹھتے ہیں تو ہاتھ سے کرتہ بعض دفعہ ہٹایا کرتے ہیں ہٹایا کروں، یہ سب ادائیں مجھے بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ اگر کچھ حرج نہ ہو تو اجازت فرمادیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتا ہوں کہ یا اللہ اپنے فضل سے مجھ میں اخلاق اور عادات اور طرز اور انداز حضرت کا پیدا کردے۔ حضرت بھی دعا فرماویں، حضرت کی روش کی محبوبیت یہاں تک بڑھی ہوئی ہے کہ جو وظائف میں نے حضرت سے اپنی طرف سے اجازت لے کر پڑھنا شروع کئے تھے اب یوں جی چاہتا ہے کہ سب چھوڑ دوں اور جو حضرت پنجگانہ نماز کے بعد پڑھا کرتے ہیں وہی میں بھی پڑھا کروں اور بڑے بڑے معمولات بحالہا باقی رکھوں اس میں حضرت کیا فرماتے ہیں۔ اور دعائے حزب البحر ہر نماز کے بعد پڑھتا تھا اسے بھی

ایک ہی دفعہ پڑھتا ہوں۔اس سے اس وجہ سے دل اٹھ گیا کہ حضرت نے فرمایا میں نہیں پڑھتا اس وجہ سے کہ اس کے پڑھنے والوں کو لوگ بزرگ جانتے ہیں۔اور جس سے بزرگی ٹپکے اور وہ شرعاً ضروری نہ ہو تو میں اسے پسند نہیں کرتا۔اس کے متعلق بھی میرے مناسب جو ہو ارشاد فرمائیں۔اور اگر حضرت کے معمولات جو پنجگانہ نماز کے بعد پڑھتے ہیں میرے لئے مناسب ہوں تو ایک پرچہ پر لکھ دیں یا جہاں یہ آپ کے معمولات مذکورہ لکھے ہوں اس سے مطلع فرمادیں، کیا کروں حضرت کو تکلیف نہ دیتا مگر طبیعت میں بہت دنوں سے یہ تقاضا ہو رہا ہے۔اس وجہ سے یہ تکلیف دی معاف فرمائیگا۔

تحقیق: میرے نزدیک یہ انہماک[1] ہے۔

(یعنی اتباع میں غلو اور خوامخواہ کی ہوس)

---

[1] تربیت السالک ص ۷٦

باب
تصور شیخ وتوجہ شیخ

بالقصد تصور شیخ خلاف سنت اور نقصان دہ ہے

سوال: تصور حضور والا کا اذکار میں کمترین[1] کو نفع دیتا ہے، اگر حکم والا صادر ہو تو تصور شیخ برابر جاری رکھوں۔

جواب: شیخ کا تصور بالخصوص نماز میں قصداً خلاف سنت اور بعض حالات میں بے حد مضر[2] ہو جاتا ہے۔ البتہ بلا قصد اگر آئے تب بھی اختیار سے اس کو باقی نہ رکھا جاوے۔ ذکر کی طرف یا مذکور کی[3] طرف التفات تازہ کر لیا جائے۔ اگر اس پر بھی باقی رہے، تو وہ مبارک حالت ہے، اس کو نعمت سمجھ کر خدا کا شکر کیا جائے کہ ناشی[4] ہے محبت شدیدہ سے مثل دوسرے خیالات فاسدہ کے اس کو واجب الدفع[5] نہ سمجھا جاوے کہ خیال مانع عن اللہ خیال[6] موصل الی اللہ کی برابر نہیں، اگر سمجھ میں نہ آیا دوبارہ تفصیل دریافت کر لی جائے۔ (الامداد بابۃ رمضان تربیت السالک ص ۵۶)

علاج وضرورت کی بناپر تصور شیخ

حال: احقر آپ کا خادم ہے، دو جوگی بیٹھے تھے ان کو دیکھ کر ڈر گیا تھا۔ اس روز جب آپ کا وعظ سنا تو اس وقت بھی جوگی نظر پڑے تھے۔ اور ہم ڈر کر حضور کے سامنے رونے لگے، حضور نے تسلی دی، پھر ڈر جاتا رہا، آج پھر ایک فقیر کو دیکھ کر ڈر گیا۔ سخت پریشانی ہے، اور کام کرنے میں دل نہیں لگتا، اور وظیفہ سبحان اللہ والحمد للہ الخ ۲۵ مرتبہ اور فارغ رہا تو سو مرتبہ پڑھتا ہوں امید کہ میرے مناسب علاج کوئی یا دعا ارشاد فرمایا جاوے اور اردو کی مناجات بھی پڑھتا ہوں۔ فقط

---

[1] یعنی مجھ ناچیز کو [2] نقصان دہ [3] یعنی اللہ کی طرف [4] پیدا ہے [5] یعنی اس کو ختم کرنا ضروری نہ سمجھے
[6] جو خیال اللہ سے روکنے والا ہو وہ اس خیال کے برابر نہیں ہو سکتا جو اللہ تک پہنچانے والا ہو۔

تحقیق : درود شریف پڑھا کرو، اور میرا خیال کرلیا کرو اسی وقت کا خیال جب میں وعظ کہہ رہا تھا اور پھر حال سے اطلاع دو، اور یہ خط بھی ساتھ بھیجنا۔

اس جواب کے بعد پھر یہ خط آیا

جناب والا نے جو تجویز میرے لئے فرمائی ہے اس سے مجھ کو افاقہ ہوگیا، اب جوگی کبھی نظر نہیں پڑتا اور دہشت[1] بھی نہیں معلوم ہوتی۔ ہاں البتہ صرف سینہ پر کچھ گرمی محسوس ہوتی ہے حضور نے یہ لکھا تھا کہ جو حالت ہو اس کو مع میرے اس خط کے روانہ کرنا، لہٰذا اپنی حالت مع اس پہلے خط کے ارسال خدمت ہے۔ والسلام

پھر یہ جواب دیا گیا

افاقہ سے دل خوش ہوا، الحمد للہ، ابھی درود شریف اور تصور مرقوم خط[2] سابق کا معمول جاری رکھو۔ اور گاجریں تراش کر اس پر شکر چھڑک کر رات کو شبنم میں رکھ کر صبح ہی کھالیا کرو، اور پھر اطلاع دو۔☆۱

شیخ کی خدمت میں ہدیہ خلوص

حال. کل بعد نماز جمعہ سے یہ دل چاہ رہا ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں ایک پگڑی پیش کروں اور حضرت والا اسے اپنے سر مبارک پر باندھیں اور میں اپنی آنکھوں سے حضرت کے سر مبارک پر وہ پگڑی دیکھوں، اس کی نسبت کیا ارشاد ہے اگر اجازت ہو تو پیش کروں۔ یہ خیال خود بخود دفعۃً پیدا ہوگیا ہے۔ جو ارشاد ہوگا اس کے موافق تعمیل کروں گا۔

تحقیق. دو چار روز کے بعد اگر پھر تقاضا ہو تو بہت ہلکے داموں کی مضائقہ نہیں۔ اور اگر تقاضا نہ رہے تو بتکلف نہ لایا جائے۔☆۲

---

[1] ڈر اور خوف [2] پہلے خط میں جو تصور لکھا تھا۔ ☆۱ تربیت السالک ص ۵۱ ☆۲ تربیت السالک ص ۶۹

شیخ کی توجہ

سوال: میں حضور کی توجہ ودعاء کا امیدوار ہوں۔ جب تک حضور کی توجہ میرے حال پر نہیں ہوگی اس وقت تک میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اور نہ مجھ میں کچھ اثر ہونے کی امید معلوم ہوتی ہے۔

جواب: توجہ کا مطلب صاف لکھئے نیز یہ کہ آیا میرے اختیار میں ہے یا آپ کے؟[1]

صرف توجہ شیخ سے تکمیل نہیں ہوتی اس کے لئے عمل ومجاہدہ شرط ہے

سوال: اکثر اولیاء اللہ کے حالات میں پایا جاتا ہے کہ فلاں شیخ نے فلاں شیخ کو ایک نظر اور توجہ میں ولی اور خدارسیدہ بنادیا اور تکمیل کردی۔ اس کے کیا معنی؟ آیا اس میں استعداد اور قابلیت تکمیل کی اپنے تصرف سے پیدا کردی۔ یا ایک نظر میں پوری تکمیل کامل مکمل خدارسیدہ بنادیا؟

جواب: فرمایا اس میں استعداد اور صلاحیت اعمال امور اختیاریہ کے کرنے کی ہوجاتی ہے، تکمیل نہیں ہوتی، تکمیل تو جب ہی ہوگی، جب بقصد عمل کرے گا۔ ایک نظر اور توجہ میں ولی اور خدارسیدہ بنادینے کے یہی معنی ہیں۔

احقر یعنی جامع ملفوظات کہتا ہے کہ اولاً تو ایک نظر میں تکمیل ہونے کے لئے استعداد قوی شرط ہے۔ ورنہ متصرف کا تصرف کسی درجہ میں بھی موثر نہ ہوگا۔ اور دوم یہ بات بذریعہ دعا یا بطور خرق عادت کہیں کسی ولی سے ہوگئی ہے ورنہ بغیر مشغولی تھوڑی بہت ریاضت ومجاہدہ کے کچھ کام نہیں چلتا، یہ دوامی امر نہیں ہے کہ جس وقت جو چاہا کردیا، کوئی اس گمان میں آکر کسی شیخ کے اعتماد پر بیٹھ نہ رہے، کیونکہ یہ فعل اور تصرف

---

[1] تربیت السالک ص۲۷

شیخ کا اختیاری نہیں ہے کہ ایک نظر میں صاحب ولایت بنادیوے، بلکہ اس کا بھی ایک وقت ہے، جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کسی ولی سے ایسا بھی کرادیتے ہیں۔[1]

شیخ میں قوت برقیہ گمان کرنا پسند نہیں

سوال: خدائے تعالیٰ آپ کی برقی قوت[2] کو کسی قدر اس طرف بھی لگائے رکھے جو اس ناکارہ کی دین ودنیا سنور جائے، واللہ میرا اس دنیا میں کوئی یار نہیں ہے۔ ایک صرف آپ کے دم پر بے فکری ہے۔

جواب: آپ کی محبت کی وجہ سے یہ شکایت ہے کہ آپ نے میری نسبت قوت برقیہ کا گمان کیا، اور اس کو اپنی طرف رکھنے کی دعا کی، آپ نے اچھی قدر کی، ہم کو تو یہ ناز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب کی برکت سے ان شعبدوں سے ہم کو محفوظ رکھا، آپ نے ہمارے سارے ناز پر پانی ہی پھیر دیا، اگر آپ کو محبت نہ ہوتی تو کچھ شکایت نہ تھی۔ نیز قوت برقیہ کو دین کے سنورنے میں کیا دخل، بلکہ دنیا بھی اکثر بگڑتے ہی دیکھی۔[3]

پیر کے نوازنے کا مطلب

سوال: مرشدین جب کسی مرید سے خوش ہوتے ہیں تو ان کو دولت عظمیٰ سے نوازتے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ مرید طاعت بجالائے گا اس قدر مقبول الٰہی ہوگا پس ہر ادائے طاعت پر اس کی مقبولیت متزائد[4] ہوتی رہتی ہے۔ پھر پیر کے نوازنے کے کیا معنی جیسے شاہ بھیک اور شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہما کا قصہ میں نے خود حضرت کے وعظ میں سنا ہے کہ خوش ہوئے اور بلا کر لقمہ کھلا دیا، اس لقمہ کے کھاتے ہی ان پر فیض باری ہوا، یا بعض دیگر بزرگوں کے قصے ہیں کہ ٹوپی پہنادی یا

[1] تربیت السالک ص۴۴ [2] بجلی جیسی قوت [3] تربیت السالک ص۲۶ [4] زیادہ

خرقہ پہنا[۱] دیا تو ان کا قلب روشن ہوگیا۔ یا کوئی پیالہ دیا تو معمور[۲] ہوگئے۔

جواب: یہ بعد مجاہدات وطاعات کے ہوتا ہے، جیسا بعد مطالعہ کے سبق سمجھنے کی خوب استعداد ہوتی ہے، پھر سمجھنے کا فیض استاد کی طرف منسوب ہوتا ہے۔☆

شیخ کے متعلقین سے برکت کا احساس

حال: آج۔۔۔۔۔۔۔۔۔صاحبہ ۶ بجے رخصت ہوئیں، یہ عجیب بات ہے کہ جس روز سے وہ یہاں تشریف لائی تھیں قلب میں عجیب کیفیت سکون وانبساط اور اطمینان پیدا ہوا، میں نے اس کو خیال سمجھ کر التفات نہ کیا، ایک دن خواجہ صاحب نے بھی کہا کہ میری بھی یہی حالت ہے کہ مجھے اپنی حالت میں اس دن سے بڑا فرق محسوس ہوتا ہے۔

تحقیق: مقدمہ اولیٰ:۔**قال الله تعالیٰ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔**

مقدمہ ثانیہ:۔جس شخص سے دینی تعلق ہوتا ہے اس کے لباس عرفی سے (جس کو زیادہ ملابست بھی نہیں ہوتی، کیونکہ اول تو صرف جلد سے ہوتی ہے، دوسرے زیادہ مدید نہیں ہوتی) برکت محسوس ہوتی ہے۔

نتیجہ: تو اس لباس شرعی سے جو کہ زیادہ ملابست رکھتا ہے (کیونکہ اول تو وہ باطن تک پہونچی ہوتی ہے، دوسرے مدید ہوتی ہے۔) برکت محسوس ہونا کیا بعید ہے اور میرا وجدان ومشاہدہ اس وقت تک یہ ہے کہ وہ خدا کی بندی بفضلہٖ تعالیٰ خود بھی بعض برگزیدہ صفات خاصہ سے موصوف ہے۔تو اس صورت میں وہ سب جمع ہوگئے۔☆[۱]

---

[۲] کپڑا [۳] آبادو کامیاب ☆تربیت السالک ص۷۳ ☆[۱] تربیت السالک ص۷۰ الامداد بابۃ ماہ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ

راہ خدا کا رہزن اور خطرناک حالت

حال: نامہ عالی شرف صدور لایا۔ جو بات پہلے ذہن میں نہیں آئی تھی، اس کے مطالعہ سے ذہن نشین ہوگئی گو میں نے پہلے بھی مخالفت نہیں کی تھی، لیکن واقعی اس طرح نہیں سمجھا تھا جیسا اب سمجھا بیشک یہ اصول ہمیشہ کے لئے ہمارے اچھے رہبر ہیں، اب میں نے یہ قصد کرلیا ہے بلکہ شروع کردیا کہ بعد مغرب یا عشا یا خدا توفیق دیوے تو آخر شب میں پانچ سو مرتبہ نفی اثبات روزانہ جس طرح ممکن ہوگا کرلیا کروں گا اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمادے، چونکہ دماغ بہت ضعیف ہوگیا ہے اس لئے تعداد اسی قدر مقرر کی اور یہ بھی کہ نہ بالکل آہستہ اور نہ زیادہ جہر سے کہ کوئی دوسرا جانے حتی الوسع خلوت میں اور ضرب خفیف حرکت کے ساتھ، اطلاعاً عرض ہے۔ آئندہ جیسے ارشاد ہو۔

تحقیق: مجھ کو جس طرح اس مضمون کے اب ذہن نشین ہوجانے سے مسرت ہوئی اسی طرح اس کے ساتھ ہی اس کا تاسف ہوا کہ یہ طلب کیسی ہے کہ ملقن[1] کے کلام کو ایسی بے پروائی و بے توجہی و بے وقعتی سے دیکھا جاتا ہے کہ وہ باوجود صاف ہونے کے ذہن نشین نہیں ہوتا۔ تو ایسی حالت میں ملقن کا کیا دل بڑھے گا۔ حضرت اس کا سبب اکثر یہ ہوتا ہے کہ طالب اپنے علم کو کافی سمجھے ہوئے ہوتا ہے اس لئے اس کے خلاف دوسری بات کی وقعت دل میں نہیں ہوتی اگر یہ ہے تو اس سے بڑھ کر راہ خدا کا کوئی رہزن[2] نہیں۔ والسلام[3]

---

[1] تلقین کرنے والا۔ رہنمائی کرنیوالا [2] ڈاکو [3] تربیت السالک (ص ۶۵) الامداد بابت صفر ۳۶ھ

باب ۸

ولایت اور بزرگی کی حقیقت اور اس کی دو علامتیں

کاملین کے حالات عوام بلکہ مبتدیان اور متوسطان سلوک بھی نہیں سمجھ سکتے۔ آجکل تو کامل اس کو سمجھتے ہیں کہ جو نہ کھاتا ہو نہ پیتا ہو اور بیمار ہو تو دوا نہ کرتا ہو۔ حضرت جنیدؒ سے کسی نے پوچھا تھا **ماالنھایہ؟ قال: العود الی البدایة** یعنی نہایت سلوک (سلوک کی انتہا) کیا ہے؟ فرمایا: کہ نہایت یہ ہے کہ سالک بدایۃ کی طرف رجوع کرے یعنی اس کے حالات اور عوام مومنین کی حالت میں کوئی فرق نہ رہے۔

پس جس کی یہ حالت ہو اور عوام سے اس کو اور کوئی امتیاز نہ رہے تو بھلا اس کو کون پہنچان سکتا ہے۔ اسی واسطے انبیاء کی حالت عوام کے ساتھ ایسی مخلوط ہوتی ہے کہ کوئی ان کو پہنچان نہیں سکتا۔ اسی واسطے بزرگوں نے کہا ہے کہ ولی کا پہچاننا آسان ہے اور نبی کی معرفت مشکل ہے۔ اسی واسطے تو کفار نے کہا تھا کہ **مَالِھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ**، یعنی یہ رسول کیسا ہے کہ جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

بعض اولیاء اللہ ایسے ہوئے ہیں کہ برسوں ایک دانہ نہیں چکھا، عوام ایسے ہی لوگوں کو کامل سمجھتے ہیں، مگر حضور صلی اللہ وعلیہ سلم سے بڑھ کر کون ہوگا آپ کھانا بھی کھاتے تھے اور بازار بھی تشریف لے جاتے تھے۔ اور گھر کا کام اپنے ہاتھ سے کر لیتے تھے۔

اور جس کو انبیاء کے ساتھ جس قدر تشابہ ہوگا اسی قدر وہ کامل ہوگا اور چونکہ یہ حالت عوام کی حالت کے ساتھ بظاہر ملی جلی ہوتی ہے اسی واسطے عام لوگ محققین کو درویش (اور بزرگ) نہیں سمجھتے ایسے لوگوں کو اتنا کہتے ہیں کہ صالح (نیک) اور متقی ہیں باقی درویشی (اور بزرگی) تو چیز ہی دوسری ہے، درویشی اس کو کہتے ہیں کہ ''ہوحق'' بہت

کرے اور کسی کو ایک نظر میں گرادے کسی کو پچھاڑ دے، کسی پر چھو کر دیا اچھا ہوگیا۔ حالاں کہ گرادینا اور پچھاڑ دینا تو پہلوان بھی کر سکتا ہے، درویشی اور بزرگی میں اس کو کیا دخل ہے۔ یہ تصرف کہلاتا ہے اور تصرفات واللہ! کمال نہیں ہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ خدا کا بندہ بن جائے، ولایت شعبۂ نبوۃ کا ہے پس ولی جتنا نبی کے مشابہ ہوگا اتنا ہی زیادہ کامل ہوگا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اولیاء کاملین اکثر مخفی (پوشیدہ) ہوتے ہیں بلکہ بعض مرتبہ خود ان کو بھی اپنا حال معلوم نہیں ہوتا۔ ہاں جو لوگ مبصر ہیں وہ علامات سے پہچانتے ہیں

اور علامت ولایت کی دو ہیں اول اتباع شریعت کا کامل طور سے رکھتا ہو اور اتباع شریعت میں کمال یہ ہے کہ شریعت اس کی طبیعت ثانیہ بن گئی ہو۔ جیسے خلاف طبیعت کرنے سے اس کو تکلیف اور الم ہوتا ہے اسی طرح شریعت کے خلاف کرنے سے ہوتا ہو، دوسرے یہ کہ اس کے پاس بیٹھنے سے دل حق تعالیٰ کی طرف منجذب ہوتا ہو۔

حدیث میں بھی یہ علامت آئی ہے چنانچہ ارشاد ہے وَاِذَارُ اُوْاذُکِرَاللّٰہُ یعنی جب وہ دیکھے جاویں تو اللہ تعالیٰ یاد آئے۔ (یعنی ان کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو)

پس یہ دو علامتیں جس کے اندر ہوں وہ شخص کامل اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا جانشین ہے اور اگر یہ نہیں ہیں تو چاہے ہوا پر اڑے یا پانی پر چلے کوئی چیز نہیں ہے۔[1]

ولایت اور نسبت کی حقیقت

سوال: ولایت کس سے عبارت ہے۔

جواب: ارشاد فرمایا کہ ولایت مقبولیت کو کہتے ہیں اور نسبت بھی اسی کو کہتے ہیں۔[2]

نسبت ایک ہی ہے

سوال: نسبتیں بکثرت معلوم ہوتی ہیں۔

جواب: فرمایا نسبت ایک ہی ہے، الوان[3] اس کے مختلف ہیں۔ کسی کو خشیت[4]

---

[1] وعظ الغضب ملحقہ آداب انسانیت ص ۲۲۵ [2] تربیت السالک ص ۴۲ [3] رنگ [4] ڈر

ہوتی ہے اور کسی کو محبت اور کسی کو حضور مع اللہ ہوتا ہے، اور ظہور اس کا اس کی استعداد کے موافق رہتا ہے۔[1]

ولایت کا دینا پیر کے اختیار میں نہیں

سوال: کیا ولایت ایسی شے ہے کہ جس کو پیر چاہے یوں کہہ کر کہ تجھ کو امانت سونپتا ہوں دے سکتا ہے؟

جواب: ولایت ایسی چیز نہیں، بعض کیفیات میں ایسا ہوسکتا ہے، جو کہ ولایت میں کچھ دخیل نہیں۔[2]

صاحب نسبت کی پہچان کا طریقہ

سوال: اہل اللہ اور صاحب نسبت کے پہچاننے کا کوئی خاص طریقہ ہے یا صرف اعمال واحوال سے پہچانے جاتے ہیں؟

جواب: فرمایا کہ اعمال واحوال سے بھی پہچانے جاتے ہیں لیکن احوال میں تھوڑے کشف کی بھی ضرورت ہے کہ اپنے کو سب خیالات سے خالی کر کے اس کی طرف متوجہ ہوں، پھر جو حال اپنے اندر معلوم ہو اس صاحب نسبت میں وہی نسبت ہے اور صرف کشف سے بھی ادراک ہوتا ہے، مگر اس کا احسن طریقہ اعمال سے پہچاننے کا ہے کہ اس میں اتباع کامل شرع کا ہے یا نہیں۔ کامل بمعنی مستقیم، یہ تو علامت ہے خود اس کے کمال کی باقی تکمیل کی علامت اس کی صحبت کا موثر ہونا ہے۔[3]

ابتداء نسبت کی ایک علامت

حال: آج کل احقر کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ احقر کے دل میں کوئی نئی بات پیدا ہوگئی ہے جس کی وجہ سے یاد الٰہی ہر وقت دل میں رہتی ہے۔ کسی وقت ذہول نہیں ہوتا ہے۔

تحقیق: ابتداء ہے نسبت کی، مبارک ہو۔[4]

---

[1] تربیت السالک ص ۴۲ [2] تربیت السالک ۳۸ [3] تربیت السالک ص ۴۳ [4] تربیت السالک ص ۸۳

باطنی نسبت حاصل ہونے کی علامت

علامت نسبت باطن کے حاصل ہونے کی دو ہیں، ایک یہ کہ اللہ کی یاد دل میں ایسی جم جائے کہ کسی دم دل سے دور نہ ہو، دوسرے یہ کہ اللہ کے حکموں پر چلنے کی طرف، چاہے وہ احکام ایسے ہوں جن میں اللہ نے اپنی عبادت کے طریقے بتلائے ہوں، اور چاہے وہ احکام ہوں جن میں بندوں کو آپس میں معاملہ کرنے کے طریقے بتلائے ہیں اور چاہے وہ احکام ہوں جن میں بات چیت کا طریقہ بتلایا ہے اور چاہے وہ احکام ہوں جن میں نشست و برخاست اور تمام کاموں کا طریقہ بتلایا ہے، ان سب حکموں کی طرف ایسی رغبت ہوجائے اور جس سے منع فرمایا ہے ان باتوں سے ایسی نفرت ہوجائے جیسی کہ ان چیزوں کی طرف رغبت ہوتی ہے جو اپنے جی کو اچھی معلوم ہوتی ہیں، اور جیسی ان چیزوں سے نفرت ہوتی ہے جو اپنے جی کو بری معلوم ہوتی ہیں اور اس کی سب عادتیں مطابق قرآن شریف کے ہوجائیں۔[1]

نسبت بدون مجاہدہ بھی حاصل ہوتی ہے

سوال: عام مومن جو تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس میں مشغول نہیں ہوتے ان میں بھی صاحب نسبت ہوتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ بعض لوگ باعتبار تہذیب نفس اخلاص اور اعمال کے بہت اچھے اور ایمان اور تقویٰ میں کامل ہوتے ہیں۔

جواب: فرمایا بعض ان سے بھی اچھے ہوجاتے ہیں جو تزکیہ نفس اور ریاضت و مجاہدہ سے سالہا سال میں تحصیل نسبت کرتے ہیں اور پھر بھی ناقص کے ناقص ہی رہتے ہیں لیکن فرق اتنا ہوتا ہے کہ اہل ریاضت کو اس کا علم اور حضور ہوجاتا ہے، اور ان کو اپنے صاحب نسبت ہونے کا بھی علم نہیں ہوتا ہے، حالانکہ وہ مقبول بندے ہیں۔[2]

---

[1] تجدید تصوف ۱۶۷ قصد السبیل ص ۲۸ [2] تربیت السالک ص ۴۳

نسبت سلب نہیں ہوتی

سوال:۔ کیا نسبت سلب[1] کرنے سے سلب ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: اصل نسبت جو عبارت ہے حضور مع اللہ سے وہ کسی کے سلب کرنے سے سلب کس طرح ہو سکتی ہے۔ ہاں صدور معصیت[2] سے سلب ہو جاوے تو یہ دوسری بات ہے۔ البتہ کیفیت شوقیہ جو ایک نوع کی حق تعالیٰ کے ساتھ ہے سالک کو ہو جاتی ہے، جو لوگ اس سلب کی مشق کرتے ہیں وہ اس کو سلب کر سکتے ہیں، جس طرح نشاط کے وقت اگر طبیعت کو حزن پیدا ہو جاوے تو وہ کیفیت نشاط کی جاتی رہتی ہے، اسی طرح تصرف سلب سے وہ کیفیت شوقیہ جاتی رہتی ہے، اور ایک قسم کی افسردگی وغباوت ہو جاتی ہے مگر پھر ذکر کی برکت سے عود کر آتی ہے۔[3] (یعنی واپس آجاتی ہے)

نسبت اور رضا میں فرق

سوال۔ لوازم نسبت سے یہ امر ہے کہ سالک کو اس قدر ملکہ یادداشت کا راسخ اور امر طبعی بن جاوے کہ اعمال شرعیہ باضطرار بلا تکلف اس سے صادر ہونے لگیں۔ اور ناگواری نہ ہو۔ اور رضا میں بھی یہی بات ہے کہ ناگواری اور شکایت قلب میں پیدا نہ ہو پھر دونوں میں فرق کیا رہا؟۔

جواب: فرمایا پہلی صورت اعمال امور اختیاریہ میں ہے مثلاً نماز روزہ ذکر وغیرہ میں سہولت اور بے تکلفی ہو جاوے، ناگواری نہ ہو، اور دوسری صورت احوال وامور غیر اختیاریہ میں ہے مثلاً کوئی بلا اور مصیبت پیش آوے۔ اور اس میں ناگواری اور شکایت کا اثر پیدا نہ ہو[4]

نسبت باطنیہ اور حالت فنا کے کچھ علامات

حال: معمول شب بارہ تسبیح ودن بارہ ہزار اسم ذات:

کیفیت کل صبح سے ایک حالت طاری تھی جس کو بعینہٖ قلمبند کرنا مشکل ہے مگر تمثیلاً

---

[1] چھیننا [2] گناہوں کے ارتکاب سے [3] تربیت السالک ص۴۲ [4] تربیت السالک ۴۴

عرض کرتا ہوں کہ دنیا میں اگر کسی سے تعلق اور لگاؤ ہوجائے اس وقت اسی کی طرف ہر وقت خیال لگا رہتا ہے۔ اس کی رضامندی کی دھن اور ناراضگی کا ہر وقت خیال رہتا ہے۔اس ماجرہ کے علاوہ کوئی دوسرا خیال یا کوئی دوسری بات جس کو اس محبوب سے کوئی تعلق نہ ہوتو وہ خیال وبات بری معلوم ہوتی ہے۔اور طبیعت میں ایک قسم کا تکدر پیدا ہوتا ہے،اور اسی وقت اس محبوب کی طرف طبیعت کا رجوع ہوتا ہے،اسی طرح میری حالت ہورہی ہے، کہ ایک قسم کا ایسا تعلق معلوم ہوتا ہے کہ ہر وقت اسی طرف خیال کے رہنے سے دل میں سکون وراحت محسوس ہوتی ہے،اگرچہ اس حالت میں ایک قسم کا ثقل بھی ہے مگر اس ثقل سے کوئی تکلیف نہیں ہے، بلکہ راحت وچین ہے۔اور اگر کوئی چیز مخالف اس خیال کے پیش آتیہے تو نہایت تکدر ہوتا ہے،اور فوراً اسی خیال کی طرف توجہ ہوجانے سے سکون وراحت ہوجاتی ہے، یہ حالت کل کی تھی، آج بعد تہجد بمع اس حالت کے ایک امر پیدا ہوا کہ عالم میں خداوند تعالیٰ جل جلالہٗ ہی موجود ہیں ماسوائے پروردگار کے سب مظاہر ہیں۔ اور پروردگار ظاہر ہے،اور اسکی مثال یوں سمجھ میں آئی کہ جیسے بجلی گھر میں سب روشنیوں کا مجمع ہوتا ہے۔اور جس کسی لالٹین کو روشنی ملتی ہے وہ اسی مجمع سے ملتی ہے، یہ بالکل سیاہ ہی سیاہ ہے،اور جب اس مجمع والا اس روشنی کو بند کردیتا ہےتو سب لالٹینیں سیاہ ہوجاتی ہےتو دیکھنے والا جب لالٹین کو روشن دیکھتا ہےتو سمجھتا ہے کہ یہ روشنی اس کی نہیں ہے بلکہ اس کارخانہ بجلی سے آرہی ہے۔ یہ سب لالٹین مظاہر اس مجمع روشنی کے ہیں۔ مثلاً کفار صفت مضل کا مظہر ہیں اور مومنین صفت ہادی کے مظہر ہیں۔اور نیز صبح سے پستی ونیستی بہت غالب ہورہی ہے۔ جو ہوشیاری سابق میں تھی بالکل معدوم ہے۔اور جو کوئی کام دیکھتا ہوں یا کرتا ہوں تو یوں سمجھ میں آتا ہے کہ سب امور کے کرانے والا تو اللہ تعالیٰ ہے، فقط انسان کو ایک واسطہ قرار دیا ہے۔

تحقیق: الحمدللہ نسبت باطنیہ وحالت فنا وتوحید شروع ہوئی۔اللہ تعالیٰ تکمیل فرمادے۔ (تربیت السالک ص ۸۴)